حضرت خضر علیہ السلام

کے واقعات

مصنف

ڈاکٹر علامہ محمد خالد صدیقی القادری مدظلہ العالی

باہتمام محمد قاسم قادری عطاری ہزاروی

مکتبہ غوثیہ

[illegible] دارالعلوم غوثیہ پرانی سبزی منڈی کراچی

فون نمبر: 4926110, 4910584

نعت پاک

آیا حج کا موسم ہوئے قافلے روانہ

چھپ چھپ آہیں بھرے آقا اک دیوانہ

مال و زر کو جب میں دیکھوں کچھ نہ میرے پاس ہے
سب کچھ جانتا ہوں پھر بھی بس اک آس ہے

آقا کرم بلالو مجھ کو پہنچا اک زمانہ

خواب میں تو آتے ہو کیوں گھر اپنے بلاتے نہیں
دل میں رہتے ہو کیوں مدینہ دکھاتے نہیں

خواب میں جو دیکھتے ہیں آنکھوں سے دکھانا

حاجیوں جب پہنچو تم آقا کے دربار میں
پیش کرنا ادب سے سلام سرکار میں

حال میرا جو بھی تم نے دیکھا وہ بتانا

کاش ایسا دن آئے کوئی آکے مجھ سے کہے
انہوں نے بلایا جو کہ دل میں تیرے بستے رہے

دل میں پھر میں سوچ لوں کہ وہیں ہے مر جانا

پہلے بھی کرم کیا مجھ پہ سرکار نے
دیکھا گنبد آقا کا چشم اشکبار نے

لگا ہی رہے آقا یونہی آنا جانا

اب تو میں نے سوچا ہے سرکار جب بلائیں گے
بے شک ہم تھکے ہیں کرم وہ فرمائیں گے

خالد ان کے در پہ جا کے واپس نہیں آنا
چھپ چھپ آہیں بھرے آقا اک دیوانہ

(محمد خالد صدیقی القادری)

تقریظ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد و الہ و صحبہ اجمعین

اما بعد! خاکسار فقیر محمد بشیر القادری عرض کرتا ہے کہ یہ وہ زمانہ ہے کہ آفتاب علوم و فنون قریب غروب پہنچ گیا ہے اور تحصیل کمالات و معارف سے ہم تم بالکلیہ قاصر ہو گئے ہیں اکثر اشخاص عقائد حقہ اہل حق اصحاب سنت و جماعت کی تحقیقات سے محروم و ناواقف ہیں ایسے حالات میں علم کی شمع کو روشن کرنا جہاد عظیم ہے، حضرت علامہ ڈاکٹر پروفیسر محمد خالد صدیقی القادری صاحب مدظلہ العالی کی دیگر تالیفات کی طرح اس دور میں ایسی کتاب کی بہت ضرورت تھی حق تعالیٰ، فاضل جلیل پروفیسر ڈاکٹر محمد خالد مدظلہ العالی کی سعی جمیل اپنی مقدس بارگاہ میں قبول فرمائے۔ فقیر نے اس کتاب کو اول تا آخر تو نہیں پڑھا مگر مقامات متعددہ سے دیکھا بیان نہایت صاف اور مطالب بھی صحیح اور موجودہ زمانہ کی حالت کیلئے یہ کتاب بہت مناسب اور مفید ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا یہ قصہ قرآن پاک کے پندرھویں پارہ کے آخر میں موجود ہے۔ اس قرآنی قصہ سے عقائد اہلسنت اور عظمت نبوت اور اسرار علوم لدنی کا ثبوت روشن واضح ہے اور اسی میں کرامات اولیاء اللہ اور معجزات انبیاء کرام بھی ثابت ہیں جن کے حق ہونے پر اہلسنت و جماعت کا اتفاق ہے۔ کرامات و معجزات کے حق ہونے پر قرآن و احادیث اور بہ تواتر اخبار سے صحابہ کرام سے اور ان سے جو صحابہ کرام کے بعد گزرے ہیں اور یہ تواتر معنوی ہے اس طرح کہ اگر ان اخبار کے قدر مشترک میں انصاف اور نیک نیتی کے ساتھ غور کیا جائے تو انکار اور شبہ کی مجال نہ رہے۔ چنانچہ حضرت خضر علیہ السلام کے کشتی توڑنے، بچے کو مارنے اور دیوار کو بلا اُجرت بنانے کے اسرار کو "علم لدنی، بحیثیت ولی اللہ کرامات اور بحیثیت نبی معجزات کہلائیں گے" اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ان اسرار اور علوم لدنی سیکھنے کیلئے حاضر خدمت حضرت خضر علیہ السلام ہوئے جن کو علامہ موصوف مدظلہ العالی نے اپنے مخصوص انداز میں قلم بند فرمایا ہے حضرت خضر علیہ السلام کی حیات مقدس پر اس سے قبل کئی دیگر کتب میں بحث موجود ہے۔ مؤلف نے بہت اچھا کام کیا کہ اپنی اس کتاب میں اس مباحث مذکورہ کو سہل اور اُردو زبان میں لکھا اور بیان میں سہولت اور زبان میں سلاست کو ملحوظ رکھا۔

جزاک اللہ فی الدارین خیرا

راقم الحروف عبد رضا فقیر محمد بشیر القادری عفی عنہ

دارالعلوم جامعہ الاسلامیہ منہاج الفرقان گلستان جوہر کراچی

جامع مسجد فیضان نورانی، گلستان جوہر بلاک 13 پلاٹ 16

تقریظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم

زیرِ نظر کتاب **حضرت خضر** علیہ السلام **کے حالات و واقعات** جس کے مؤلف حضرت مولانا ڈاکٹر محمد خالد صدیقی القادری مدظلہ العالی ہیں۔ اس میں حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ اور دیگر امور متعلقہ پر بحث کی گئی ہے جیسا کہ خود اس کے نام سے ظاہر ہے۔

اردو زبان میں میرے علم کے مطابق اس موضوع پر کوئی تحقیقی کتاب اس صورت میں پیش نہیں کی گئی۔ اہلسنت والجماعت کے نزدیک راجح تربات یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں۔ قرآن مجید کے یہ الفاظ **ما فعلته عن امری** آپ کے نبی ہونے کو واضح کر رہے ہیں اور جمہور کے نزدیک آپ اب تک بقیدِ حیات ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد ی احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ کی نسبت ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت میں ہے کہ حضرت خضر و حضرت الیاس علیہما السلام زندہ ہیں اور دونوں میں ایامِ حج کے دوران ملاقات ہوتی ہے اور یہ دونوں آبِ زمزم پی لیتے ہیں جو ان کے لئے سال بھر کے کھانے پینے کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام علوم باطنیہ کے عالم اور فیض رساں شخصیت کے مالک ہیں، حضرت مؤلف کی اس کاوش کو باری تعالیٰ شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور اس کتاب کو قبولیتِ عامہ عطا فرمائے — آمین

فقط

مفتی محمد ابراہیم القادری غفرلہٗ جامع انوار مصطفیٰ سکھر

26 نومبر 1986ء

تبصرہ

علامہ سید شاہ تراب الحق قادری

اس فقیر حقیر نے ڈاکٹر محمد خالد صدیقی صاحب قبلہ کا مقالہ **حضرت خضر** علیہ السلام **کے حالات و واقعات** کا مطالعہ کیا۔ میں اپنی بے پناہ مصروفیات کی بناء پر مکمل کتاب تو نہ پڑھ پایا لیکن اکثر جگہوں سے مطالعہ کیا۔ موصوف نے کافی محنت و مشقت سے مقالہ کی تیاری کی اور نفس مضمون قارئین کو سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ میری دانست میں حضرت خضر علیہ السلام جیسی ایک اہم شخصیت پر کوئی مبسوط و مدلل کتاب نہیں ہے اور نہ ہی میری نظروں سے گذری ہے جبکہ اس مضمون پر آسان اور سلیس زبان میں کتاب کا ہونا ضروری ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام کی سیرت و حیات جاننے کیلئے کافی کتب تلاش کرنے پر کہیں کہیں کوئی مضمون ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عام لوگ کما حقہٗ آپ کی شخصیت سے واقف نہیں۔

عام احباب کے مطالعہ کے لئے ڈاکٹر صاحب موصوف نے ایک اچھا کام کیا ہے۔ مضمون کے پڑھنے سے آدمی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں یا غیر نبی۔ قارئین پر واضح ہو کہ اہلسنت کے تاجدار مجدد مائۃ حاضرہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ وہ نبی ہیں (علیہ السلام)۔

اس مضمون سے متعلق جو مفید مشورے تھے وہ فقیر نے محترم ڈاکٹر صاحب قبلہ کی خدمت میں عرض کرنے کی جسارت بھی کی ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس دینی خدمات کو اپنے دربار میں قبول فرمائے ..... آمین

بجاہ النبی الکریم علیہ وعلیٰ الہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم

یکم جنوری 1996ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کنزالایمان ترجمہ مع تفسیر خزائن العرفان میں صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت خضر علیہ السلام کا نام بلیا ابن ملکان اور کنیت ابوالعباس تحریر کی ہے۔ ایک قول ہے کہ آپ بنی اسرائیل میں سے ہیں ایک قول ہے کہ آپ شاہزادے ہیں آپ نے دُنیا ترک کر کے زہد اختیار فرمایا۔ آپ ولی تو بالیقین ہیں آپ کی نبوت میں اختلاف ہے۔ آپ کے لقب خضر کی وجہ احادیث میں یہ بیان کی جاتی ہے کہ آپ جہاں بیٹھتے یا نماز پڑھتے ہیں وہاں اگر گھاس خشک ہو تو سرسبز ہو جاتی ہے آپ کا زمانہ ذوالقرنین بادشاہ کا زمانہ ہے۔ ذوالقرنین نے جن کا ذکر قرآن مجید کی سورۃ کہف میں ہے ذوالقرنین کا نام سکندر ہے۔ یہ حضرت خضر علیہ السلام کے خالہ زاد بھائی ہیں۔ انہوں نے اسکندریہ بنایا اور اس کا نام اپنے نام پر رکھا حضرت خضر علیہ السلام ان کے وزیر تھے۔ دُنیا میں ایسے چار بادشاہ ہوئے ہیں جو تمام دنیا پر حکمران تھے۔ ان میں دو مومن تھے، ایک حضرت ذوالقرنین اور دوسرے حضرت سلیمان علیہ السلام۔ دو کافر تھے، ایک نمرود اور ایک بخت نصر اور ایک پانچویں بادشاہ اس اُمت سے ہونے والے ہیں جن کا اسم مبارک حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے ان کی حکومت تمام روئے زمین پر ہوگی۔ ذوالقرنین کی نبوت میں اختلاف ہے۔ مولا علی مشکل کشا کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ وہ نبی نہ تھے، نہ فرشتے تھے، بلکہ اللہ سے محبت کرنے والے بندے تھے اللہ نے انہیں محبوب بنالیا تھا۔ انسان کو جس چیز کی حاجت و ضرورت ہوتی ہے اور جو کچھ بادشاہوں کو ممالک فتح کرنے اور سلطنت کو وسیع کرنے اور پھیلانے میں چاہیے ہوتا ہے وہ سب کچھ اللہ رب العزت نے انہیں عطا کیا تھا ذوالقرنین نے کتابوں میں دیکھا تھا کہ اولادِ سام میں سے ایک شخص چشمۂ حیات سے پانی پئے گا اور اس کو موت نہ آئے گی۔ یہ دیکھ کر وہ چشمۂ حیات کی تلاش میں مغرب کی طرف روانہ ہوئے اور آپ کے ساتھ حضرت خضر علیہ السلام بھی تھے، وہ تو چشمۂ حیات تک پہنچ گئے اور انہوں نے پانی پی بھی لیا مگر ذوالقرنین کے مقدر میں نہ تھا انہوں نے نہ پیا۔ اس سفر میں جانب مغرب روانہ ہوئے تو جہاں تک آبادی ہے وہ سارا فاصلہ طے کر لیا اور وہاں پہنچے جہاں آبادی کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ وہاں انہیں سورج غروب کے وقت ایسا نظر آیا گویا کہ وہ سیاہ چشمے میں ڈوبتا ہے جیسا کہ سمندر میں سفر کرنے والوں کو ڈوبتا نظر آتا ہے۔

قصص الانبیاء میں یہ واقعہ اس طرح لکھا ہے:۔

ذوالقرنین نے علماء اور حکماء سے پوچھا کہ تم نے کسی کتاب میں دیکھا ہے کہ کوئی ایسا نسخہ جس کے استعمال سے عمر اتنی لمبی ہو جائے کہ آدمی تصور بھی نہ کر سکے یا ایسا نسخہ جس کے استعمال سے آدمی کو موت نہ آئے ان میں سے ایک حکیم نے عرض کیا کہ حضور میں نے ایک قدیم کتاب "وصیت نامہ آدمؑ" میں لکھا دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک چشمہ آبِ حیات کوہِ قاف میں پیدا کیا ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ میٹھا مکھن سے نرم اور مشک سے زیادہ خوشبودار ہے۔

جو اسکو پیئے گا اس کو موت نہ آئے گی اور قیامت تک زندہ رہے گا۔ اس پانی کا نام آب حیات ہے یہ سن کر ذوالقرنین کے شوق میں اضافہ ہوا۔ انہوں نے علماء سے کہا کہ آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں اور پوچھا ذرا یہ تو بتائیں کہ سواری کیلئے سب سے اچھا چست و چالاک جانور کون سا ہوتا ہے۔ وہ بولے ایسی اچھی نسل کی گھوڑی جس نے بچہ نہ جنا ہو۔ چنانچہ ذوالقرنین نے ایک ہزار گھوڑیاں منگوائیں اور حضرت خضر علیہ السلام کو سب سے آگے کیا یعنی رہبر بنایا۔ پھر علماء و حکماء سے پوچھا کہ وہ وہاں پہنچنے کے بعد اگر اس جگہ جیسا کہ علماء نے بتایا تھا اندھیرا ہوا تو کیا کریں گے۔ حکماء اور علماء نے کہا کہ ایسا کریں کہ شاہی خزانے سے لعل و گوہر لے لیں اگر اندھیرا ہوا تو اس کی روشنی میں آگے بڑھیں گے۔ غرض ایک قیمتی لعل جو اندھیرے میں روشن ہو جاتا تھا لیا گیا اور حضرت خضر علیہ السلام کے حوالے کیا۔ تخت و تاج اور سلطنت ملازموں میں سے ایک عقلمند اور دانا ملازم کو سپرد کر کے بارہ سال کے وعدے پر اس سے رخصت ہوئے۔ جب کوہ قاف پہنچے راستہ بھول کر اس جگہ ایک سال تک پریشان و سرگرداں رہے اور اسی اثناء میں حضرت خضر علیہ السلام لشکر سے جدا ہو کر اندھیرے علاقے میں جہاں سورج کی روشنی نہیں پہنچ سکتی تھی بھٹک گئے۔ پھر خیال آیا تو اس لعل کو جیب سے نکال کر زمین پر رکھ دیا اس کی روشنی سے اندھیرا دور ہو گیا اور اللہ کی کرم نوازی سے چشمہ آب حیات کا ان کو نظر آیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے وضو کر کے آب حیات پی لیا اور خدا کا شکر بجالائے۔ چنانچہ حضرت خضر علیہ السلام کی عمر دراز ہوئی پھر وہاں سے نکل کر آئے تو ایک اور اندھیری جگہ پہنچ گئے تو دوبارہ اس لعل کو نکال کر زمین پر رکھا جس سے اندھیرا دور ہو گیا جو لشکر کے لوگ اندھیرے میں تھے تمام حضرت خضر علیہ السلام کے پاس جمع ہو گئے اس سفر میں ناکامی کے بعد ذوالقرنین نے تمام لشکر کو اپنے پاس سے رخصت کیا۔ ذوالقرنین وہیں رہ گئے اور عبادت میں مشغول ہو گئے۔ چند دنوں کے بعد انتقال کیا اور وہیں مدفون ہوئے۔

اس واقعے سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کو ہمیشہ کی زندگی عطا ہوئی تھی وہ اسکے بعد ہمیشہ زندہ رہیں گے یعنی قیامت تک۔ لیکن تاریخ یا احادیث میں ایسا کوئی واقعہ نہیں ملتا۔ جس سے یہ ثابت ہو کہ آپ کے ساتھ ذوالقرنین کے بعد سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعے تک (جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے) کیا تھی یا آپ کیا کرتے رہے۔ جیسا کہ مشہور ہے کہ آپ بھٹکے ہوئے لوگوں کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے ہیں اور پریشان حالوں کی مدد کرتے ہیں۔ البتہ موسیٰ علیہ السلام کو نبوت عطا ہونے اور فرعون کے غرق ہونے کے بعد خضر علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تعلیم دینے کے لئے حکم خداوندی ہونے کا واقعہ قرآن مجید میں تفصیل سے مذکور ہے۔ جس کی تشریح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احادیث مبارکہ میں بڑی تفصیل سے بیان کی ہے۔ قصص الانبیاء اور تفسیر خزائن العرفان اور بخاری شریف و مسلم شریف میں مختصر و مفصل کئی جگہ واقعہ موجود ہے۔

روایت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام ایک دن محفل وعظ میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے آکر دریافت کیا کہ کوئی شخص اس وقت دنیا میں آپ سے زیادہ بھی علم والا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کوئی نہیں کیونکہ توریت شریف جو اس زمانے میں چالیس اونٹوں پر لادی جاتی تھی آپ کو زبانی یاد تھی۔ پھر آپ کو اللہ رب العزت سے ہم کلامی کا شرف بھی عطا ہوا تھا۔ اس وقت جب آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ مجھ سے زیادہ علم والا کوئی نہیں۔ تو اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی نازل فرمائی اور فرمایا، "اے موسیٰ! تو ایسا خیال مت کر کہ تجھ سا کوئی نہیں میرے کئی بندے تجھ سے زیادہ علم والے ہیں اور تجھ کو کیا معلوم میں نے مخلوق میں کس کو زیادہ علم دیا ہے۔" موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ الٰہی میں تیرے اس بندے سے کیسے ملاقات کر سکتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، وہ مجمع البحرین کے پاس ایک میدان میں رہتے ہیں ان کا کام گمراہوں اور بھٹکے ہوؤں کو راہ دکھانا ہے بلکہ اور بھی کئی کام ہیں ان کا نام خضر ہے۔ مجمع البحرین بحر فارس اور بحیرۂ روم میں مشرق کی جانب اس جگہ کا نام ہے جہاں دونوں سمندر ملتے ہیں تم ایک خادم کو ساتھ لے کر مجمع البحرین پر ایک بھنی ہوئی مچھلی لے کر چلے جاؤ جہاں وہ مچھلی زندہ ہو جائے گی وہیں میرے اس بندے (خضر) سے تمہاری ملاقات ہوگی۔" حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھ یوشع بن نون کو لیا، یہ اکثر موسیٰ علیہ السلام کی خدمت و صحبت میں رہتے تھے آپ سے علم سیکھتے اور آپ کے بعد آپ کے نائب ہوئے یہ آپ کے بھانجے بھی تھے۔ حضرت یوشع بن نون کو ساتھ لے کر موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات کو چلے۔ آپ کے ساتھ ایک تھیلی بھی تھی جس میں ایک تلی ہوئی نمکین مچھلی رکھی ہوئی تھی۔ آپ نے یوشع بن نون سے کہا مجھ کو مجمع البحرین پر جانا ہے جب تک وہاں نہ پہنچ جاؤں سفر ختم نہ کروں گا چاہے کتنا وقت کیوں نہ لگے۔

حضرت خضر علیہ السلام

قرآن مجید اس گفتگو کو یوں بیان فرماتا ہے:۔

و اذ قال موسی لفتہ لا ابرح حتی ابلغ مجمع البحرین او امضی حقبا (القرآن)

ترجمۂ کنز الایمان: اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا میں باز نہ رہوں گا جب تک وہاں نہ پہنچوں جہاں دو سمندر ملتے ہیں یا قرنوں چلا جاؤں۔

(یعنی چلتا چلا جاؤں گا خواہ کتنی ہی مدت کیوں نہ لگے) پھر جب وہ دونوں ان سمندروں کے ملنے کی جگہ پہنچے جہاں ایک پتھر کی چٹان تھی اور چشمۂ حیات تھا تو وہاں دونوں نے آرام کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام محو خواب ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد جب حضرت یوشع بن نون نے وضو کیا تو ایک قطرہ پانی کا ان کی انگلی سے اس مچھلی پر پڑا فوراً وہ مچھلی زندہ ہو گئی اور تڑپ تڑپ کر دریا میں گری اس پر سے پانی کا بہاؤ رک گیا اور ایک محراب سی بن گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جاگنے کے بعد حضرت یوشع بن

نون کو یاد نہ رہا کہ یہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کریں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جاگنے کے بعد سفر جاری رکھا یہاں تک کہ دوسرے روز کھانے کا وقت آیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت یوشع بن نون سے کہا کہ ہمارا صبح کا کھانا لاؤ بیشک ہمیں اس سفر میں بڑی مشقت اٹھانی پڑی اور اب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تھکان بھی طاری اور بھوک بھی اور یہ بات جب تک مجمع البحرین تک نہ پہنچے تھے پیش نہ آئی تھی منزل مقصود سے آگے بڑھ کر تھکان معلوم ہوئی اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی کہ مچھلی یاد کریں اور اس کی طلب میں منزل مقصود کی طرف واپس ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مچھلی مانگنے پر خادم نے معذرت پیش کی اور عرض کیا کہ مجھے شیطان نے بھلا دیا کہ میں اسکا ذکر آپ سے کروں وہ عجیب طریقے سے زندہ ہو کر سمندر میں چلی گئی۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہی تو ہم چاہتے تھے یعنی مچھلی کا جانا ہی تو ہماری حصول مقصد کی علامت ہے اور جن کی طلب میں ہم چلے ہیں ان کی ملاقات وہیں ہوگی (حضرت خضر علیہ السلام) پھر دونوں اپنے پیروں کے نشانات دیکھتے ہوئے واپس پلٹے اور اس جگہ پہنچے جہاں مچھلی زندہ ہوئی تھی دیکھا کہ پانی مچھلی کے چاروں طرف بڑے زور شور سے بہہ رہا ہے مگر جہاں مچھلی موجود ہے اس کے ارد گرد رکا ہوا ہے جیسے شیشے کے ڈبے میں بند ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے حضرت یوشع علیہ السلام سے فرمایا کہ مجھ کو یہی جگہ حضرت خضر سے ملاقات کے لئے بتائی گئی تھی۔ یہیں آس پاس کہیں نہ کہیں حضرت خضر موجود ہوں گے یہ کہہ کر آپ حضرت خضر کو تلاش کرنے لگے سمندر میں کسی قدر دور جا کر ایک چھوٹا سا جزیرہ نظر آیا اس جزیرے میں پہنچے تو دیکھا کہ وہاں کوئی شخص سفید چادر میں لپٹا ہوا ہے آپ قریب پہنچے اور انہیں سلام کیا انہوں نے جواب دیا اور کہا اس سرزمین پر سلام کرنے والا کون آ گیا۔ آپ نے فرمایا میں موسیٰ (علیہ السلام) ہوں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے پوچھا، بنی اسرائیل کے موسیٰ (علیہ السلام)؟ فرمایا کہ جی ہاں۔ میں آپ سے بعض وہ علوم سیکھنے آیا ہوں جو مجھ کو معلوم نہیں۔ اسی اثناء میں ایک سمندری پرندہ اڑتا ہوا آیا اور پانی میں چونچ مار کر ایک قطرہ پانی چونچ میں لے کر چلا حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ تم اپنے طور پر سمجھتے ہو کہ میں علم میں سب سے زیادہ ہوں حالانکہ انسان کا اول، آخر، باطن، ظاہر علم اللہ کے نزدیک اس سے بھی کمتر ہے جتنا کہ یہ پرندہ اپنی چونچ میں ایک قطرہ پانی اٹھا کر لے گیا ہے اور وہ پانی کا قطرہ سمندر کے نزدیک کیا چیز ہے؟ کچھ نہیں ایسا ہی ہمارا تمہارا علم اللہ کے نزدیک ہے دراصل اللہ تعالیٰ کو تمہاری تربیت مقصود تھی اور یہ بھی سچ ہے کہ اللہ کا عطا کردہ ایک علم مجھ کو ہے تم کو نہیں اور ایک علم (یعنی توریت کا علم) تم کو ہے مجھ کو نہیں پھر موسیٰ علیہ السلام نے کہا،

قال له موسیٰ هل اتبعک علی ان تعلمن مما علمت رشدا ۝ (القرآن)

ترجمۂ کنز الایمان : اس سے موسیٰ نے کہا کیا میں تمہارے ساتھ رہوں
اس شرط پر کہ تم مجھے سکھا دو گے نیک بات جو تمہیں تعلیم ہوئی۔

اس پر خضر علیہ السلام نے کہا،

قال انک لن تستطیع معی صبرا ۝ (القرآن)

ترجمۂ کنزالایمان : کہا آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ادب اور تواضع سے معلوم ہوا کہ آدمی کو علم کی طلب میں رہنا چاہئے خواہ کتنا ہی بڑا عالم کیوں نہ ہو اور جس سے علم سیکھے اس سے نہایت ادب و احترام سے پیش آئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سوال (حصول علم سے متعلق) سن کر حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ صبر نہ کر سکیں گے چونکہ حضرت خضر علیہ السلام اپنے علم و کمال کی وجہ سے یہ جانتے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کام شریعت خداوندی کی پابندی کرنا اور ظاہر شریعت اور احکام خداوندی کے خلاف کرنے والوں پر سختی سے روکنا ہے۔ اگر مجھ سے کوئی بات ظاہری شریعت کے خلاف دیکھیں گے تو ناممکن ہے کہ وہ نبی ہونے کے ناطے خلاف شریعت امور پر صبر کریں اس لئے فرمایا کہ آپ صبر نہ کر سکیں گے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ ایک علم اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ایسا عطا فرمایا ہے جس کو آپ نہیں جانتے اور ایک علم آپ کو ایسا عطا فرمایا ہے جو میں نہیں جانتا۔ مفسرین و محدثین کہتے ہیں کہ جو علم حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے لئے خاص فرمایا وہ علم باطن اور مکاشفہ ہے اور اہل کمال کیلئے یہ باعث فضل ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر اس وجہ سے فضیلت نہیں کہ ان کی نمازیں اور ان کے اعمال دوسرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے زیادہ ہیں بلکہ ان کو اس وجہ سے دوسرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر فضیلت ہے کہ ان کا سینہ معارف الٰہی کا گنجینہ ہے یعنی ان کے پاس علم باطن و علم اسرار ہے اور ان علوم کے ہونے سے ان سے جو اعمال صادر ہوتے وہ حکمت سے ہوں گے اگرچہ بظاہر خلاف معلوم ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ سن کر کہ آپ صبر نہیں کر سکیں گے فرمایا چونکہ میں چاہتا ہوں کہ آپ سے علم حاصل کروں اور اللہ تعالیٰ کا حکم بھی یہی ہے تو میں تمام معاملات میں صبر کروں گا بلکہ یوں کہا کہ اللہ نے چاہا تو تم مجھے صابر پاؤ گے۔ پھر حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ اگر آپ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو مجھ سے کسی بات کا مت پوچھئے گا جب تک میں خود اس کا ذکر نہ کروں۔ ذرا غور کریں علم ظاہر کی شروعات ہی 'کیوں' سے ہوتی ہے اب یہاں علم باطن اور علم لدنی کی تدریس کا معاملہ ہے تو کہا جا رہا ہے 'کیوں' نہ کرنا یعنی علم باطن شروع ہی فرمانبرداری سے ہوتے ہیں۔ چوں و چرا کا سوال ہی نہیں یہ تصوف کا ایک اہم نکتہ ہے جو یہاں تعلیم فرمایا جا رہا ہے اور موسیٰ علیہ السلام چونکہ علوم باطنی کا حصول چاہتے تھے اور ان کی تحصیل کو خدا کا حکم سمجھتے تھے اور چونکہ وہ خضر علیہ السلام کو استاد کی حیثیت سے تسلیم کر چکے تھے اس لئے آپ نے حضرت یوشع بن نون کے ساتھ یہ شرط قبول کی اور دونوں نے سفر شروع کیا۔ دریا کے کنارے کنارے جا رہے تھے کہ ایک کشتی پر نظر پڑی جو کنارے سے دور نکل گئی تھی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی چلانے والوں کو آواز دی۔ کشتی چلانے

والے ساحل کے قریب آ گئے تو وہاں ایک کشتی کو دیکھا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم تین آدمی ہیں۔ فلاں جگہ جانا چاہتے ہیں جو کرایہ ہوگا ہم ادا کر دیں گے۔ کشتی والوں نے جب ان نورانی صورتوں کو دیکھا تو عرض کرنے لگے کہ آپ کا ہماری کشتی میں سوار ہونا ہمارے لئے باعث سعادت و برکت ہے ہمیں کرایہ کی نہیں بلکہ آپ کی دعاؤں کی ضرورت ہے چنانچہ ان تینوں کو کشتی میں مفت سوار کر لیا۔ جب کشتی ملک روم کے ایک چھوٹے بادشاہ جلندی کے ملک کی سرحد کے قریب پہنچی تو خضر علیہ السلام نے کلہاڑی سے اس کے ایک یا دو تختے اکھاڑ دیے لیکن تختوں کے باوجود اس کشتی میں پانی نہیں آیا۔ موسیٰ نے جب یہ ماجرا دیکھا تو آپ کو بھول گیا وہ بالکل بھول گئے کہ ابتداء سفر میں انہوں نے خضر سے کیا وعدہ کیا تھا۔ کہنے لگے اے خضر علیہ السلام! کیا آپ نے لوگوں کو ڈبونے کا ارادہ ہے جو تم نے کشتی سے تختے نکال دیے جبکہ کشتی کے مالکوں نے ہمارے ساتھ ہمدردی اور بھلائی کی ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا میں نے آپ سے پہلے ہی نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ رہیں گے تو صبر نہ کیجئے گا۔ دراصل آپ میرے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ تب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا وعدہ یاد آیا اور آپ کا جلال ختم ہو گیا اور آپ نادم ہوئے اور کہنے لگے کہ مجھ سے بھول ہو گئی جو میں نے آپ کے کام پر اعتراض کیا کیونکہ بھول پر شریعت میں گرفت نہیں اسلئے حضرت خضر علیہ السلام نے بھی درگزر سے کام لیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ساتھ رکھا۔ پھر کشتی کنارے پر آ گئی اور یہ تینوں کنارے پر چلتے ہوئے ایک شہر کے قریب پہنچے وہاں ایک مقام سے گزر ہوا جہاں لڑکے کھیل رہے تھے حضرت خضر علیہ السلام نے ان میں سے ایک خوبرو لڑکے کو پکڑ کر زمین پر لٹا دیا اور بغیر کسی ظاہری وجہ سے چاقو سے اس کے سر کو گردن سے جدا کر کے اس کو مار ڈالا۔ موسیٰ علیہ السلام چونکہ نبی تھے اور نبی کا کام برے کاموں پر لوگوں کو ٹوکنا اور منع کرنا ہوتا ہے لہذا آپ ایک غلط کام بلکہ ایک ظلم ہوتے ہوئے دیکھ کے اور پکار اٹھے کہ آپ نے یہ کیا کر دیا ایک بے گناہ لڑکے کا خون کر دیا جس نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا۔ دوبارہ اس وعدہ خلافی کو دیکھ کر حضرت خضر نے فرمایا میں نے پہلے ہی آپ سے کہہ دیا تھا کہ آپ صبر نہ کر سکیں گے۔ اب موسیٰ علیہ السلام چونکہ ایک مرتبہ کہہ چکے تھے کہ بھول ہو گئی لہذا اس دفعہ یہ تو نہ کہا کہ بھول ہو گئی بلکہ یوں کہا کہ خیر اب تو غلطی ہو گئی آئندہ اگر میں آپ کو ٹوکوں تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھئے گا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ قول منظور کیا اور آگے بڑھے حتیٰ کہ دوپہر کا وقت ہو گیا سب کو بھوک محسوس ہوئی تو ایک شہر نظر آیا اس میں پہنچے وہاں دیکھا کہ لوگ خوشحال ہیں مکان اچھے ہیں اور شہر کی ظاہری حالت سے پتہ چلتا تھا کہ یہاں کی زندگی اچھی ہے یہ تینوں کسی جگہوں پر گئے جہاں لوگ جمع تھے اور خود کو مسافر ظاہر کر کے فرمایا کہ ہم بھوکے ہیں کوئی ہمیں کھانا کھلا دے مگر وہاں کے باشندے اتنے کنجوس تھے کہ کسی نے بھی ان کا خیال نہ کیا یہ تینوں گھوم پھر کر ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں انہوں نے دیکھا کہ ایک بوسیدہ دیوار گرنے والی ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اس دیوار کی مرمت کر دی اور اس کو اس طرح کر دیا کہ وہ اب بالکل ٹھیک ہو گئی تھی چونکہ یہ کوئی ناجائز اور غیر شرعی کام نہ تھا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خاموش گزر

کہ آپ ایک ایسے شہر میں جہاں لوگوں نے ہمیں کھانے تک کا نہ پوچھا اور بے مروتی اور بد خلقی سے پیش آئے وہاں کی ایک دیوار بغیر اجرت کے درست کردی۔

لہٰذا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے خضر! جس شہر کے لوگ اتنے بے مروت اور بد اخلاق ہوں کہ مسافروں کو کھانے تک کیلئے نہ پوچھیں اگر ان کا کوئی کام کرنا ہی تھا تو آپ اجرت ٹھہرا لیتے کہ اپنے کھانے پینے ہی کا بندوبست ہو جاتا چونکہ یہ تیسرا اعتراض تھا۔ اسلئے حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ کی ہر دفعہ کی یہ بات طے ہوئی تھی کہ اگر اب میرے کسی کام پر اعتراض کریں گے تو میں آئندہ ہمارا ساتھ رہنا مشکل ہوگا۔ لہٰذا اب ہماری اور آپ کی جدائی کا وقت آگیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے چونکہ یہ شرط خود رکھی تھی کہ آئندہ اگر میں پوچھوں تو آپ کو حق ہے کہ مجھے ساتھ نہ رکھیں اس لئے کچھ نہ کہہ سکے۔ ہاں یہ ضرور کہا کہ ٹھیک ہے آپ جاتے ہیں جائیں مگر یہ جو تین واقعات آپ کے سفر میں دیکھے۔ کشتی کا توڑنا، بچے کا قتل کرنا اور دیوار کی بغیر اجرت کے مرمت کرنا، ان واقعات کی باطنی حیثیت اور حقیقت سے تو آگاہ کرتے جائیں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا ٹھیک ہے تو سنئے کہ جس کشتی میں آپ سوار تھے۔ وہ دس بھائیوں کی ملکیت تھی جن میں پانچ تو اپاہج اور معذور تھے جو کچھ نہیں کر سکتے تھے اور پانچ تندرست تھے لیکن تھے غریب اور مفلوک الحال وہ اسی میں انہیں ایک ملک کی سرحدوں کے قریب سے گزرنا تھا جہاں جلندی نام کا بادشاہ حکومت کرتا ہے جس نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا تھا کہ سمندر سے گزرنے والی اچھی اچھی سالم کشتیوں پر قبضہ کر لو اور بحق سرکار ضبط کر لو۔ چونکہ اللہ رب العزت نے مجھ پر یہ تمام منکشف فرما دی تھیں لہٰذا میں نے کشتی کو توڑ دیا تاکہ وہ کشتی ان ظالموں کے ہاتھ سے بچ گئی اور توڑنے سے ڈوبی بھی نہیں یوں ان غریبوں کی معاش کا ذریعہ محفوظ رہا اور وہ لڑکا جس کو میں نے قتل کیا اور آپ نے اس کے قتل پر جدال کا اظہار کیا یہ اندرونی طور پر کافر تھا یعنی اس کی پیدائش، طبیعت اور خلقت ہی میں کفر کا عنصر رکھ دیا تھا۔ وہ اگر زندہ ہوکر بالغ ہوتا تو کافر ہی ہوتا اور ایسے کام کرتا جس سے خود گمراہ ہوتا اور ساتھ ساتھ اپنے مومن والدین کو بھی اپنے گناہ میں شریک کر کے آخر کافر بنا کر چھوڑتا۔ میں نے باطن کا حال معلوم کر کے اس کو قتل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کو منظور تھا کہ لڑکے کے والدین کا ایمان بھی سلامت رہے اور اس لڑکے کے بدلے اللہ تعالیٰ ان کو ایک بیٹی عطا فرمائے گا جو ان کیلئے بڑی برکتوں والی ہوگی۔ (مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس لڑکے کے بدلے اس کے والدین کو ایک بیٹی عطا فرمائی جو ایک نبی کے نکاح میں آئی اور اس سے کئی نبی پیدا ہوئے جن کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے ایک امت کو ہدایت دی) پھر آخری بات کہ جس شہر والوں کی دیوار بغیر معاوضے اور اجرت کے میں نے مرمت کی تو آپ نے ناراضگی کا اظہار کیا تو سنئے کہ یہ دو یتیم بچوں اصرم اور صریم کی ملکیت تھی جن کے مومن ماں باپ نے اپنی حلال روزی سے کچھ مال جمع کر کے بچوں کیلئے دیوار کے نیچے دفن کر دیا تھا کہ بڑے ہونے پر ان کے کام آسکے اگر اس وقت یہ دیوار گر جاتی تو بچے چونکہ ابھی چھوٹے تھے انہیں کچھ پتہ نہ تھا اور لالچی لوگ تو سب مال و دولت

ہضم کر جائے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے بچوں کے حال پر رحم فرمایا اور چاہا کہ ہمارے نیک بندے کی محنت کی کمائی ضائع نہ ہو اور جب یہ بچے بالغ ہو جائیں تو چاہے خود نکال لیں یا یہ دیوار خود گر جائے جس سے خزانہ ظاہر ہو اور ان کے مصرف میں آئے۔

ترمذی شریف میں ہے کہ اس دیوار کے نیچے سونا چاندی مدفون تھا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اس میں ایک سونے کی تختی بھی تھی اس پر ایک طرف لکھا تھا، اس کا حال عجیب ہے جو قضا و قدر کا یقین رکھے اس کو غصہ کیسے آتا ہے۔ اس کا حال عجیب ہے جسے رزق کا یقین ہو وہ کیوں پریشانی میں پڑتا ہے۔ اس کا حال عجیب ہے جسے حساب کا یقین ہو وہ کیسے غافل رہتا ہے۔ اس کا حال عجیب ہے جس کو دنیا کے زوال و تغیر کا یقین ہو وہ کیسے مطمئن ہوتا ہے اور اس کے ساتھ لکھا تھا، لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور دوسری جانب اس لوح پر لکھا تھا، میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں میں یکتا ہوں میرا کوئی شریک نہیں میں نے خیر و شر پیدا کئے اس کے لئے خوشی ہے جسے میں نے خیر کے لئے پیدا کیا اور اس کے ہاتھوں پر خیر جاری کی اور اس کے لئے تباہی ہے جس کو شر کے لئے پیدا کیا اور اس کے ہاتھوں شر جاری کیا۔ تفسیر خزائن العرفان میں ہے کہ ان بچوں کے باپ کا نام کاشح تھا اور یہ شخص پرہیز گار تھا۔ حضرت محمد بن منکدر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندے کی نیکی سے اس کی اولاد کو اور اس کی اولاد کی اولاد کو اور اس کے کنبے والوں کو اور اس کے محلے داروں کو اپنی حفاظت میں رکھتا ہے۔

ان باتوں کو دیکھنے اور سننے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام سے رخصت ہونے لگے اور کہا کہ کچھ نصیحت فرما دیجئے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا، تبسم کی طرح ہنسنا قہقہہ نہ مارنا، بلا حاجت کسی شے کی طلب نہ کرنا، دوسروں کی غلطیوں پر طعنہ نہ دینا، اپنی خطاؤں پر رونا۔ پھر خضر علیہ السلام رخصت ہو گئے اور موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں تشریف لے آئے اور اپنے فرائض رسالت و نبوت ادا کرنے میں مصروف ہو گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب ایک سو بیس برس کی عمر میں وفات پائی تو یوشع علیہ السلام ان کے قائم مقام ہو کر لوگوں کی اصلاح کے فرائض انجام دینے شروع کئے۔ بعض لوگ اس قصے کو بنیاد بنا کر ولی کو نبی پر فضیلت دیتے ہیں۔ جو سراسر گمراہی ہے۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام سے علم حاصل کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس کے باوجود کہ حضرت خضر علیہ السلام ولی ہیں اور در حقیقت ولی کو نبی پر فضیلت دینا کفر ہے اور اگر حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کے حق میں آزمائش اور امتحان ہے (مدارک) بات دراصل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام شریعت کے پابند نہایت اعلیٰ مرتبے کے رسول برحق نبی اور اللہ کے کلیم ہیں آپ کو اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ اپنے ظاہری و باطنی علمی خزانوں کی کنجیاں عطا فرمائی گئیں مگر کوئی کیسے ہی درجے پر پہنچ جائے پھر بھی اللہ کے سامنے اس کے علوم ناقص ہیں۔ ہاں جسے اللہ پاک حبیب فرما کر تمام علوم عطا کر دے اس کی کیا بات ہے۔ یہاں بات کلیم اللہ کی ہو رہی ہے جنہیں علوم شریعہ سے بہرہ ور فرمایا اور یہ خیال کہ

شاید مجھ جتنا علم کسی کو نہیں"۔ تاہم کہ اللہ رب العزت نے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کرا کر ان کے خیال کی نفی فرمائی کہ بے شک ہم نے تمہیں نبی عطا کیے مگر ہمارے علوم کی مثال ہمارے سامنے ایسی بھی نہیں کہ جیسے چڑیا سمندر سے پانی کا ایک قطرہ چونچ میں لے کر اڑ جاتی ہے۔ اس واقعے میں گو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی نسبت سب سے زیادہ عالم ہونے کا خیال ظاہر اور ان کی دانست کے موافق غلط نہ تھا لیکن چونکہ حقیقت میں صحیح نہ تھا اور اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں سے ان کی بہت معمولی لغزشوں پر بھی گرفت فرما لیتا ہے۔ اس لیے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ اور خضر علیہ السلام کی ملاقات موسیٰ علیہ السلام کی اطلاع و تنبیہ اور ان کے علوم و کمالات میں اضافے کی خاطر کرائی گئی۔ ان باتوں کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ کی سینکڑوں مصلحتیں اس میں چھپی ہوں گی جو ہماری عقل و فہم سے بالاتر ہیں۔

حضرت خضر نبی یا ولی!

یہ بات بلا شک و شبہ کہی جا سکتی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام اللہ کے ایک نیک بندے ہیں۔ اختلاف صرف اس بات میں ہے کہ وہ نبی ہیں یا ولی۔ ولایت پر بھی سب متفق ہیں کہ ان کی ولایت اس حد کو پہنچی تھی کہ وہ نبوت کے درجے پر فائز ہو سکتے ہیں اور نبوت میں اختلاف ہے۔ چونکہ صراحت کے ساتھ کسی معتبر ذریعے سے نبوت ثابت نہیں کہ جس سے قطعی یقین ہو جائے اس لئے علمائے کرام کے اقوال آپ کی ولایت و نبوت میں مختلف رہے علماء کی اکثریت ویسے اس بات پر متفق ہے کہ آپ نبی ہیں جبکہ کچھ علماء فرماتے ہیں کہ آپ صرف ولی اللہ ہیں۔

نبوت کے ثبوت میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت پیش کی جاتی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں اور ان کا انکار نبوت کرنے والے اس کے مقابلے میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام عبد صالح ہیں
حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت کے اثبات میں بڑی دلیل تعلیم موسیٰ کے واقعے کو کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ ہمارا ایک بندہ تم سے زیادہ عالم ہے" اور ظاہر ہے کہ جو شخص خود نبی نہ ہو وہ ایسے مقرب نبی سے زیادہ کیسے عالم ہو سکتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے خضر علیہ السلام کو تلاش کر کے پا لینے کے بیان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "اور موسیٰ اور یوشع نے ہمارے ایک ایسے خاص بندے کو پا لیا جس کو ہم نے اپنی طرف سے رحمت اور خاص علم عطا فرمایا تھا" اور خصوصی اور مخفی غیب اللہ پوری طرح سے اسی علم کو کہہ سکتے ہیں جو اسی یقینی طریقے سے ہو یعنی بذریعہ وحی انبیاء کو عطا کیا گیا ہو۔ موسیٰ علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام کی خدمت میں آ کر ان سے تعلیم کی درخواست کرنا اور نہایت تعظیم اور شاگردانہ ادب سے پیش آنا اور خضر علیہ السلام سے ایک قسم کا استغناء ظاہر ہونا بھی اس کی شاہد ہیں کہ خضر علیہ السلام بھی نبی ہیں۔ کیونکہ ایسے بڑے جلیل القدر نبی کا اپنے ایک امتی سے علم حاصل کرنا اور اسی دوران میں بالکل معاملہ ہونا نہایت بعید ہے اس کے علاوہ حضرت خضر علیہ السلام کے کام کشتی کو توڑ دینا اور لڑکے کو قتل کرنا

دیے ہیں جو صرف کشف اور الہام کی بنیاد پر کردیے جائیں بلکہ ان امور کے لئے خاص طریقہ یعنی وحی کا ذریعہ ہی ایسا صاف ذریعہ ہے جس سے واضح طور پر معلوم کر کے پھر یہ کام انجام دیے جائیں اور ان کو ولی نہیں آتی جبکہ نبی کا تعلق شدہ سے ہی کے ذریعے ہی ہوتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں۔

وہ علمائے کرام جو خضر علیہ السلام کی نبوت پر قائل نہیں وہ ان دلائل کے جواب میں فرماتے ہیں کہ خضر علیہ السلام کو بعض باتوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ علم عطا کیا گیا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معلومات میں حضرت خضر علیہ السلام سے بڑھ کر ہیں اور یہ بات کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کا ادب کیا تو یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اعلیٰ اخلاق کی دلیل ہے کہ انہوں نے ہر موقع پر کسر نفسی اور تواضع سے کام لے کر ادب کو ملحوظ رکھا۔ اگر وہ نبی ہیں تو کسی قوم کی طرف مبعوث کیے گئے تھے ان کے کسی امتی کا حال کسی کتاب میں کیوں مذکور نہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔

کیا خضر علیہ السلام زندہ ہیں؟

حضرت خضر علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے تک تو زندہ تھے اور بقول بعض موسیٰ علیہ السلام کی وفات سے کچھ عرصے بعد بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے بھی مبعوث ہوئے۔ لیکن اس بات پر تھوڑا سا اختلاف ہے کہ کیا آپ کو لمبی حیات عطا کی گئی یا عمومی حیات کے ساتھ آپ کا وصال ہو گیا۔

اکثر علماء اس بات پر متفق ہیں کہ ان کو حیات ابدی عطا فرمائی گئی اور وہ قیامت تک زندہ رہیں گے۔ حیات کی نسبت بہت سے روایات و اقوال ایسے ہیں جو ثبوت حیات کیلئے کافی ہیں۔ یہ روایات و اقوال کوئی قطعی نہیں ہو سکتے ہیں ورنہ اس بحث میں کسی کامل حجت کی ضرورت ہے اس لئے کہ یہ مسئلہ اصول و عقائد اسلام میں داخل نہیں۔ یعنی اگر آپ نے یہ مان لیا کہ حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں مگر وہ زندہ نہ ہوئے تو آپ کو مستند دائرہ اسلام سے خارج ہو جائیں گے۔ یا آپ نے یہ مان لیا کہ آپ کا وصال ہو چکا ہے اور حقیقتاً آپ کا وصال نہیں ہوا تو آپ کے اسلام اور ایمان میں کوئی فرق آ جائے گا یہ ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا جو بات آپ تک مستند روایتوں تک پہنچی آپ اس پر یقین کریں یا اپنے طور پر تحقیق کریں۔ صحیح روایتوں سے حضرت خضر علیہ السلام کی حیات نصیب ہونا ثابت ہے۔ اہل علم کے قول جو اہل اسلام کے مقتدا اور مرجع سمجھے جاتے ہیں اسی کی تائید کرتے ہیں اور بزرگان دین اولیائے کرام سے بھی ثابت ہے کہ وہ زندہ ہیں۔

بعض اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو آپ کی ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوتا رہتا ہے۔ زندہ لوگوں کی طرح کھاتے پیتے سوتے جاگتے ہیں۔ بعض جلیل القدر محدثین جیسے امام بخاری، ابراہیم حربی، ابوجعفر منادی، ابوبکر بن العربی رحمہم اللہ وغیرہ اس کے خلاف ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام کو حیات ابدی نہیں دی گئی بلکہ وہ دوسرے انسانوں کی طرح دنیا سے رخصت ہو گئے اور

ان اصحاب کا یہ کہنا اپنی رائے سے نہیں بلکہ قرآن کریم کی آیات و بیشتر احادیث مبارکہ سے وہ یہ ثبوت پیش کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ۔ کہ سب کا انجام فنا ہے۔ ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے تو حضرت خضر علیہ السلام کیسے مستثنیٰ ہو گئے جبکہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قرآن میں ایک جگہ مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ تو ہمیشہ سے ہونے والی بات ہے ہم نے آپ سے پہلے کسی کو دائمی زندگی نہیں دی۔

ان جیسے مستند جید علماء نے خیال فرمایا کہ حضرت خضر علیہ السلام کو بھی دائمی زندگی دی جانا صحیح نہیں۔ جبکہ وہ علماء کرام جو دائمی زندگی حضرت خضر علیہ السلام کے لیے مانتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے کسی کو دائمی زندگی نہیں دی جس میں کسی کو موت نہ آئے۔ لیکن خضر علیہ السلام کو صور پھونکے جانے تک کی طویل زندگی عطا فرمائی۔ صور پھونکے جانے پر تمام عالم کے ساتھ وہ بھی فنا ہو جائیں گے اور اس طرح ان پر بھی موت طاری ہو جائے گی اس طرح ان کا زندہ رہنا اس آیت کے خلاف نہ ہوا۔ ایک نہایت صحیح حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج جو لوگ روئے زمین پر موجود ہیں سو سال کے بعد ان میں سے کوئی باقی نہ رہے گا۔ جو علماء کرام خضر علیہ السلام کی حیات سے انکار کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ خضر علیہ السلام اگر مان لیا جائے کہ حضور کی ظاہری حیات میں زندہ تک حیات تھے تو بھی جب حدیث مبارک سو سال کے بعد زندہ نہیں رہ سکتے۔ ان کے جواب میں دائمی حیات کے قائل علماء فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کا یہ مقصد نہ تھا کہ موجود لوگوں میں سے ایک بھی شخص زندہ نہ رہے گا بلکہ مقصد یہ تھا کہ یہ دور بالکل ختم ہو جائے گا۔ نہ یہ سامان باقی رہیں گے نہ یہ حالات بالکل نئے اور جدید لوگ موجود ہوں گے چنانچہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو اس روایت کے بیان کرنے والے ہیں خود یہی معنی بتائے ہیں۔ بعض علماء نے یہ بھی جواب دیا حضرت خضر علیہ السلام اس وقت زمین پر موجود نہ ہوں گے پانی اور دریا پر ہوں گے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام اس حکم میں نہ آتے ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب کسی نبی کو بھیجا تو پہلے اس سے یہ عہد لیا کہ اگر تمہاری حیات میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو گئے تو تم ان پر ضرور ایمان لاؤ گے اور ان کی مدد کرو گے۔ یاد رہے کہ یہ اقرار ہر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے لیے لیا گیا ورنہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کون شخص آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے تک رہے گا اور کون نہیں۔)

دائمی حیات حضرت خضر علیہ السلام کو نہ ماننے والے علماء فرماتے ہیں کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو ضرور آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ایمان لاتے کیونکہ ... ان پر تو خدمت میں حاضر ہونا ضروری نہیں اگر حاضر ہو بھی گئے تو منظروں میں ظاہر ہونا اور پوشیدہ رہنا ممکن ہے اسی طرح کی کئی باتیں دونوں نظریات رکھنے والے علماء کے درمیان ہیں۔

سچی بات تو یہ ہے کہ انکار دائمی حیات خضر علیہ السلام کے لیے کوئی ایسی قطعی اور قوی دلیل نہیں ہے جس کا جواب نہ ہو سکے اس سبب اکثر محدثین اور صوفیاء کے علاوہ تقریباً تمام علماء اسلام اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں اور قیامت تک زندہ رہیں گے

روایات و واقعات

اثبات حیات دائمی حضرت خضر علیہ السلام

مستند و معتبر علماء کرام فرماتے ہیں کہ حیات خضر علیہ السلام پر طبقۂ صوفیہ و عرفاء و صلحاء سے اس قدر روایات منقول ہیں کہ اس بات پر کسی کو انکار نہیں۔ امام نووی اور ابن حجر کا بھی یہی قول ہے۔ عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں کہ خضر علیہ السلام زندہ ہیں اور قیامت تک باقی رہنے والے ہیں اور لوگوں کی تعلیم و تادیب کیلئے ان سے ملتے ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ نے صورت بدلنے کی طاقت عطا فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اولیاء کو پہنچتے ہیں اور ان سے ملاقات کرتے ہیں۔ احادیث میں دجال کی بحث میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ ایک شخص کو قتل کر کے زندہ کرے گا۔ پس وہ شخص پھر بھی دجال کو جھوٹا کہنے سے باز نہیں آئے گا۔ دجال اس کو دوبارہ قتل کرنا چاہے گا تو نہ کر سکے گا۔ حیات خضر علیہ السلام کے ماننے والوں میں سے اکثر علماء کی رائے میں وہ شخص خضر علیہ السلام ہی ہوں گے۔

عبدالرزاق محدث، دجال کے حال میں اس قصے کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ میرے استادوں نے فرمایا ہے کہ وہ شخص حضرت خضر علیہ السلام ہی ہوں گے۔ امام مسلم کے شاگرد اور صحیح مسلم کے راوی ابراہیم بن سفیان بھی یہی فرماتے ہیں۔

دار قطنی روایت کرتے ہیں کہ خضر علیہ السلام کو درازی عمر عطا کی گئی یہاں تک کہ وہ دجال کو جھٹلائیں گے

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ایک روایت ہے جس سے یہ ثابت ہے کہ خضر علیہ السلام کو حیات دائمی عطا کی گئی۔

کعب احبار سے منقول روایت کرتے ہیں کہ چار نبی زندہ ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام اور ادریس علیہ السلام آسمان پر اور خضر علیہ السلام و الیاس علیہ السلام زمین پر۔

حضرت شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ خضر علیہ السلام کا ایام حج میں الیاس علیہ السلام کے ساتھ ملاقات کرنا بطریق کشف منقول ہے

تفسیر عرائس العرفات میں منقول ہے کہ شیخ ابو عمرو بن صلاح نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا کہ حضرت خضر علیہ السلام اکثر علماء و صالحین کے نزدیک زندہ ہیں یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام دونوں زندہ ہیں اور ہر سال موسم حج میں ملتے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ خضر علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام ہر سال حج کے دنوں میں جمع ہوتے ہیں اور باقاعدہ حج میں سر منڈاتے ہیں اور ایک دوسرے کو کہہ کر باہم رخصت ہوتے ہیں۔ بسم اللہ ما شاء اللہ۔ خضر علیہ السلام ہر سال حج کرتے ہیں اور آب زمزم پیتے ہیں۔ بعض روایتوں میں ہے کہ یہی پانی ان کو سال بھر کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ مقامات متبرکہ میں وہ اکثر موجود رہتے ہیں۔ رمضان المبارک کا آخری عشرہ بیت المقدس میں گزارتے ہیں اور جس جگہ ظلم ہوتا ہے وہاں پہنچ کر لوگوں کی دستگیری اور مدد کرتے ہیں عام نظروں سے پوشیدہ رہتے ہیں اور بعض منتخب لوگوں کو نظر آتے ہیں۔ جنگل، سمندر اور دریا پر ہر زمانے میں لوگ ان کو دیکھتے ہیں۔

قرونِ أولیٰ سے زمانہ ھذا تک ملاقاتیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری زمانے سے اس وقت تک حضرت خضر علیہ السلام کی لوگوں سے ملاقاتوں کے بے شمار واقعات ہیں ہم چیدہ چیدہ واقعات نقل کرتے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے صحابہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گرد بیٹھ کر رونے لگے تو ایک شخص آیا جس کے کاندھوں پر بڑے بڑے بال تھے وہ دروازے کے بازو پکڑ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غم میں بہت رویا۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا "اللہ کے یہاں ہر مصیبت کا صبر ہے اور ہلاک ہونے والی چیز کا بدلہ ہے اور اسی سے امید رکھو کیونکہ بڑا مصیبت زدہ وہ ہے جو ثواب سے محروم رہے اور پھر سلام کر کے چلا گیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس آدمی کو بلاؤ تو لوگوں نے چاروں طرف ڈھونڈا لیکن وہ نہ ملے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہا کہ یہ شاید ہماری تعزیت کے لئے آئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی کہا کہ ہاں یہ خضر ہی تھے۔

عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں تھے کہ باہر سے کسی کے بولنے کی آواز سنی تو انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ جاؤ اس سے کہو کہ میرے لئے دعا کرے۔ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جا کر کہا تو اس شخص نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام انبیاء پر ایسی فضیلت دی ہے جیسے رمضان کو دوسرے مہینوں پر۔ لوگوں نے جا کر دیکھا تو وہ خضر علیہ السلام تھے۔

ایک روایت ہے کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طوافِ کعبہ کے دوران کسی کو دعا مانگتے اور آہ و زاری کرتے سنا تو جا کر دیکھا کہ یہ خضر علیہ السلام تھے

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات میں مروی ہے کہ وہ ایک جنازہ پر نماز پڑھانے کھڑے ہوئے تو کسی نے آواز دی کہ ٹھہر جئے ہم کو بھی شریک ہونے دیجئے۔ نماز کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو دیکھا تو نظروں سے چھپ گئے۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ واللہ یہ خضر علیہ السلام تھے۔

ایک نہایت معتبر سند کی روایت ہے کہ رباح بن عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "میں نے دیکھا کہ عمر بن عبدالعزیز کے ساتھ ایک شخص ان کے ہاتھ پر سہارا لگائے جا رہا ہے۔ جب وہ واپس آئے تو میں نے پوچھا کہ یہ کون آدمی تھا؟" عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ کیا تم نے ان کو دیکھا تھا؟" میں نے کہا کہ ہاں دیکھا تھا۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم بڑے صالح آدمی ہو (کہ وہ تم کو نظر آگئے) یہ میرے بھائی خضر علیہ السلام تھے انہوں نے بشارت دی ہے کہ مجھ کو حکومت ملے گی اور میں اس میں عدل کروں گا۔ (چنانچہ آپ خلیفہ ہوئے اور نہایت عدل و انصاف سے حکومت قائم کی۔

ابراہیم سے منقول ہے کہ وہ مسجد کے صحن میں بیٹھے اللہ کا ذکر کر رہے تھے کہ ایک شخص نے آکر سلام کیا کہ اس سے زیادہ خوبصورت اور خوشبودار شخص میں نے نہ دیکھا تھا۔ میں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ فرمایا تمہارا بھائی خضر ہوں اور پھر ایک ایسا عمل مجھے بتایا کہ جب اس کو پڑھتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہو جاتی ہے۔

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ میرے والد امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک بوڑھا شخص باتیں کر رہا ہے جب وہ بوڑھا شخص چلا گیا تو میرے والد ماجد نے فرمایا کہ ان کو بلا لاؤ۔ میں نے بہت تلاش کی مگر وہ نہ ملے تو میرے والد ماجد نے فرمایا کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد تابعین اور تبع تابعین کے بعد بھی بے شمار بزرگوں کی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔

ابراہیم بن ادہم، بشر حافی، معروف کرخی، سری سقطی، جنید بغدادی، ابراہیم خواص اور بھی متعدد بزرگوں کا خضر علیہ السلام کی زیارت فرمانا معتبر طریقوں سے ثابت ہے۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں کہ میں نے خضر علیہ السلام سے اشبیلیہ میں ملاقات کی انہوں نے مجھے کچھ نصیحتیں بھی کیں۔

تفسیر خزائن العرفان میں منقول ہے کہ محمد بن سماک بیمار ہوئے تو ان کے متوسلین ان کا قارورہ لے کر ایک عیسائی حکیم کے پاس علاج کے لئے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک صاحب ملے۔ بہت خوبصورت چہرہ اور بہت عمدہ لباس پہنے ہوئے ان کے جسم مبارک سے نہایت پاکیزہ خوشبو آ رہی تھی۔ انہوں نے فرمایا "کہاں جاتے ہو؟" ان لوگوں نے کہا، ابن سماک کا قارورہ دکھانے کیلئے فلاں حکیم کے پاس جاتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا سبحان اللہ، اللہ کے ولی کیلئے خدا کے دشمن سے مدد چاہتے ہو قارورہ پھینکو واپس جاؤ اور ان سے کہو کہ مقام درد پر ہاتھ رکھ کر یہ آیت پڑھیں وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ یہ فرما کر وہ بزرگ غائب ہو گئے۔ ان لوگوں نے واپس آکر ابن سماک سے واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے مقام درد پر ہاتھ رکھ کر یہ کلمے پڑھے۔ فوراً آرام ہو گیا۔ ابن سماک نے فرمایا، جانتے ہو وہ کون تھے؟ وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

کتاب مرآۃ العشاق میں حضرت قطب الاقطاب شاہ سید محمد ذوقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ اولیاء اللہ خضر علیہ السلام کو عموماً دیکھتے ہیں اور مدد لیتے ہیں بلکہ جب چاہتے ہیں ان سے ملاقات بھی کرتے ہیں بلکہ بعض اوقات تو حضرت خضر علیہ السلام اولیاء اللہ کو اذکار و مشاغل کی تعلیم بھی دیتے ہیں۔ سلسلہ صابریہ کی مشہور کتاب **اقتباس الانوار** کے مؤلف حضرت شیخ محمد اکرم قدوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ معروف غوث الاعظم نے ابتدائے حال میں حضرت خضر علیہ السلام سے بھی تربیت حاصل کی۔ حقیقت گلزار صابری کے مؤلف شاہ محمد حسن صابری چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت غوث اعظم قطب عالم سید عبد القادر جیلانی حسنی حسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی تصنیف مکتوب عجائب کرامۃ الوحدت میں

قیام فرماتے ہیں کہ میں ایک سال کامل اسی جگہ تحصیلِ تعلیم میں مشغول رہا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ایک سیب کا درخت میرے قریب پیدا ہو گیا۔ عصر کے وقت اس کی ڈالی جھکتے جھکتے میرے منہ کے قریب آ جاتی۔ مغرب کے وقت سیب خود بخود ٹوٹ کر گر جاتا میں نے ایک سال کامل اسی سیب سے افطار کیا۔ جب اپنے پیرو مرشد کے حکم کے مطابق ذکر سلطانی کو جاری پایا تو اٹھ کر بغداد کی جانب روانہ ہوا۔ ماہ صفر کی تیرہ تاریخ ۱۱۱۵ھ منگل کے دن اشراق کی نماز کے وقت بغداد میں شیخ کی جامع مسجد کے برج میں مقیم ہو گیا۔ وہیں حضرت خضر علیہ السلام حاضر ہوئے اور فرمایا کہ حکم الٰہی سے تحت حاضر ہوا ہوں۔ کوئی حاجت ہو تو کہیں۔ میں نے جواب دیا کہ صرف پیرو مرشد کو میرے آنے کی اطلاع کر دیجئے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے مجھ سے سوال کیا کہ یا شیخ تم نے خدا سے عہد کیا تھا کہ میں تیرے ہاتھ سے کھاؤں گا پھر اس کا سبب کیا ہوا۔ میں نے سب حال گذشتہ دنوں کا بیان کیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تین صفتیں اللہ تعالیٰ نے خاص مجھے عطا کی ہیں۔ ایک مکاشفہ احوال رفتہ ماضی اور مستقبل ہر ایک چیز کا۔ دوسری میری نگاہ کا یہ حال ہے کہ جس سمت نظر کرتا ہوں تا کنارہ زمین صاف نظر آتا ہے۔ تیسرے جس عضو کو منظور ہوتا ہے دکھلاتا اور پوشیدہ کر لیتا ہوں۔

آج ہم شیخ سے ہمارے سامنے دریافت کر رہے ہیں اور دیکھیں گے وہ کس طرح ہمارے سامنے ہے جس عضو کو چاہتے ہیں ظاہر کرتے ہیں اور جس عضو کو چاہتے ہیں غائب کرتے ہیں۔ یہ کہہ کر حضرت خضر علیہ السلام حضرت ابو سعید مبارک بن علی مخدومی صاحب کے مکان کو روانہ ہوئے اور تھوڑی دیر بعد آکر فرمانے لگے کہ وہ مکان پر تشریف نہیں رکھتے کہیں گئے ہوئے ہیں۔ میں نے جواب میں کہا کہ کون سی جگہ ہے کہ جہاں کا جانا آپ کو معلوم نہیں یا آپ وہاں جا نہیں سکتے۔ یہ جواب سن کر حضرت خضر علیہ السلام خاموش ہو کر چلے گئے اور تین روز تک میرے پاس تشریف نہ لائے۔

بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سوانح مقام فرید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں صاحبزادہ محمد اقبال صدیقی نے قدیم کتاب محبوبیت شریف کے حوالے سے حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کا ذکر یوں لکھا ہے کہ حضرت بابا جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود بیان کیا کہ ایک اتوار کے روز افطار روزہ کے بعد دروازہ سے ایک فقیر نے دستک دی کہ لڑکے مسعود جلدی باہر آ۔ اس پر میری والدہ نے مجھے بڑے پیار سے سینے کے ساتھ لگایا اور ضروری نصیحتیں کرتے ہوئے فرمایا کہ جو یہ فقیر کہے وہ سب تسلیم کرنا۔ ان نصیحتوں اور دعا کے ساتھ مجھے باہر بھیجا اور میں اس فقیر کے ساتھ ہو لیا جو ایک کمبل اوڑھے ہوئے تھا۔ اس نے میرا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیا اور خاموشی کے ساتھ چلتے رہنے کا حکم دیا۔

میں نے عرض کیا کہ مجھ میں کیا کمی ہے۔ اس پر اس فقیر نے چادر میرے سر پر ڈال دی اور مجھے سختی سے پکڑتے ہوئے کہا کہ نہیں مانتا تو کھینچوں؟ میری کیا مجال ہے کہ منع کروں۔ اور ساتھ ہی بے ہوش ہو گیا۔ ہوش آیا تو خود کو دریا کے کنارے پر پایا اور فقیر غائب تھا۔ بے اختیار اپنے رب کریم کو یاد کیا اس کے حضور گریہ و زاری شروع کی۔ ... ہوئی ... چاروں طرف دیکھا تو ایک شکل وڑھے ہوئے حضرت خضر علیہ السلام میری جانب آ رہے ہیں اور فرمایا کہ اے لڑکے تو کیوں پریشان ہے میں تو تجھے یہاں مرشد سے ملانے لایا ہوں تاکہ تو مشاہدۂ قدرت الٰہی کرے۔ مجاہدہ بالنفس اور تعلیم و بیعت میں ترقی کرے۔ اس طرح یہاں قدرت خداوندی سے تیری ملاقات شاہ محمد سے ہوگی جو تجھ سے علم حاصل کرے گا۔ اس کے بعد تو جس جگہ جانا چاہے آنکھیں بند کرکے ... پڑھنا تو فوراً اس جگہ پہنچ جائے گا۔ اتنے بیان کے بعد حضرت خضر علیہ السلام تشریف لے گئے۔

دوسرے روز دریا میں جیسے کسی بڑے طوفان کا شور ہوا۔ شاہ محمد اپنے لشکر سمیت حاضر ہوا اور بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں آ کر بیعت ہو گیا۔ بابا صاحب نے اسے اذکار و اشغال تلقین کئے۔ پھر بابا صاحب نے وہاں چند دن گزار کر کوچ کیا۔

حضرت سید محمد بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ملفوظات جوامع الکلم میں لکھا ہے کہ ایک دن ہمارے خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ محبوب الٰہی نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دن میں حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار کی زیارت کو گیا۔ جب ... دروازہ میں داخل ہوا تو ایک بزرگ نے آ کر میرے ساتھ مصافحہ کیا اور پھر میرے سامنے ہو کر آگے ... میں دیکھتا رہا حتیٰ کہ وہ نظروں سے غائب ہو گئے۔ نیز شہر کا قاضی یہ حکایت بیان کر رہا تھا کہ ایک دن میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ملاقات کو گیا اور آپ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا کہ آپ نے تبسم کرتے ہوئے فرمایا اے قاضی شہر اس وقت خضر علیہ السلام باہر آئے ہوئے تھے، جس جگہ تم بیٹھے ہوئے ہو وہ اسی جگہ پر بیٹھے تھے۔ اس وقت ایک ... حضرت اقدس کے پاس آئے اور مصافحہ کیا حضرت اقدس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے چاہا کہ انہیں کچھ دیا جائے۔

آپ نے اپنے ایک خادم کو بلا کر کوئی چیز دینے کا حکم دیا ہی تھا کہ وہ درویش نظروں سے غائب ہو گئے۔ جوامع الکلم ہی میں حضرت سید محمد گیسو دراز سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ایک طالب علم تھا جو ہر جمعرات کے دن مدرسے سے غیر حاضر ہوتا تھا۔ جب استاد نے وجہ پوچھی تو کہنے لگا کہ مجھے ہر جمعرات کے دن حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت ہوتی ہے۔ استاد نے کہا کیا میری بھی خواجہ خضر علیہ السلام سے ملاقات ہو سکتی ہے؟ اس نے کہا جا کر عرض کروں گا شاید قبول کر لیں۔

جمعرات کو جب شاگرد کی ملاقات حضرت خواجہ خضر علیہ السلام سے ہوئی تو طالب علم نے بہت عجز و انکساری سے خواجہ خضر علیہ السلام کے سامنے اپنے استاد کی تمنا ظاہر کی۔ انہوں نے یہ بات قبول کر لی اور کہا کہ چھ ماہ کے اندر ملاقات کروں گا۔ اب استاد اس انتظار میں تھے کہ کب وہ وقت آتا ہے اور خواجہ خضر علیہ السلام کس صورت میں ملاقات کریں گے۔

ایک دن مدرسے میں ایک درویش آیا جو پھٹے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے تھا اور کپڑوں پر کہیں کہیں غلاظت بھی لگی ہوئی تھی۔ ایک ہاتھ میں کئی دوسرے پیچھے رکے ہوئے اس قدر خراب حال میں تھا کہ اس کی طرف کسی نے توجہ نہ دی۔ طلبہ نے دیکھ کر سب نے کہنا شروع کیا کہ یہ درویش دیکھو جو بیٹھا ہے لیکن وہ آگے چلا گیا۔ وہ طالب علم مجلس میں بیٹھے تماشہ دیکھتا رہا۔ قریب پہنچ کر درویش نے کہا کہ مجھے پانی کا ایک کوزہ درکار ہے۔ ایک طالب علم نے کہا کہ یہ کوزہ بھر کر لے دو۔ جونہی ایک لڑکے نے اس کے ہاتھ میں کوزہ دیا اس نے پیچھے گرا دیا کوزہ گر کر ٹوٹ گیا اور ان کی کتابیں اور کاغذ بھیگ گئے جب طلباء کی کتابوں پر کوئی شخص پانی گرا دے تو سب جانتے ہیں کہ وہ کیا حشر کرتے ہیں۔ سب لوگ درویش پر برس پڑے اس کی بڑی بے عزتی کی۔ جب اس واقعے کو چھ ماہ گزر گئے تو اسی طالب علم سے کہا گیا کہ وہ معید ہو گئے تھے لیکن حضرت خضر علیہ السلام نہیں آئے طالب علم نے کہا وہ تو آئے تھے لیکن آپ نے ان کی پرواہ نہیں کی۔ جو ایک روز پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے ایک درویش آیا تھا اور پانی کا کوزہ طلب کیا تھا۔ جب اس کو کوزہ دیا گیا تو اس نے گرا دیا جس سے طالب علموں کی کتابیں بھیگ گئی تھیں اور سب نے اس کو برا بھلا کہا تھا۔۔۔ وہ حضرت خضر علیہ السلام نہیں تو کون تھے؟

حضرت عبدہ نور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، احیاء العلوم اور قوت القلوب میں ابراہیم تیمی سے روایت ہے کہ خضر علیہ السلام کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات تھی۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہ روحانی ملاقات تھی تو فقہ روحانی ملاقات کو معتبر نہیں سمجھتے یقیناً یہ ظاہری وجسمانی ملاقات تھی۔

فوائد الفواد حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ملفوظات شریف پر مشتمل کتاب ہے جسے آپ کے مرید امیر حسن علاء سنجری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ترتیب دیا ہے۔ بیسویں مجلس میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالے سے حکایت بیان کی گئی ہے کہ ایک بزرگ عارف کامل تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے پانی پر مصلیٰ بچھا کر یہ دعا مانگی کہ ''الٰہی خضر علیہ السلام نے ارتکاب گناہ کبیرہ کیا ہے۔ ان کو توبہ کی توفیق عطا فرما۔'' اسی وقت حضرت خضر علیہ السلام ظاہر ہوئے اور دریافت فرمایا کہ خضر نے کون سا گناہ کیا ہے جس سے توبہ کرے؟ انہوں نے فرمایا کہ ''آپ نے صحرا جنگل میں ایک درخت لگایا ہے اس کے سائے میں بیٹھتے ہیں جس سے آپ کو آرام ملتا ہے اور آپ کا دعویٰ ہے کہ یہ درخت خالصتاً اللہ کے لئے لگایا ہے۔'' حضرت خضر علیہ السلام کو یہ بات یاد آئی اور فی الفور توبہ کی۔ اس کے بعد اس بزرگ نے ترک دنیا کے حق بیان فرمانے والے مثال دی کہ ''تارک دنیا کو اس طرح رہنا چاہیے جس طرح میں رہتا ہوں۔'' خضر علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ آپ کس حال میں رہتے ہیں؟ جواب دیا کہ ''اگر تمام دنیا مجھے بخش دیں اور اس کا حساب نہ لینے کا وعدہ کریں اور یہ بھی کہیں کہ اگر تم اس کو قبول نہ کرو گے تو تمہیں دوزخ میں ڈال دیا جائے گا تو میں دوزخ کو قبول کروں گا دنیا کو نہیں کیونکہ دنیا مغضوب حق ہے۔'' (یعنی جس چیز پر غضب کیا جائے) اور جس چیز پر اللہ کا غضب ہو شاید کوئی دوست رکھتا ہو۔ اس چیز سے دوزخ بہتر ہے۔ پانچویں مجلس میں فرمایا کہ ''ایک مرتبہ شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ

اللہ علیہ نے شیخ الاسلام فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دریافت کیا کہ میں نے عوام سے سنا ہے کہ جب آپ نماز پڑھ کر یا رب کہتے ہیں تو اس کے جواب میں لبیک یا عبدی سنتے ہیں آپ نے فرمایا کہ "خیر" پھر شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ ایسا بھی سنا گیا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام آپ کی خدمت میں آمد و رفت رکھتے ہیں آپ نے فرمایا "خیر" پھر پوچھا کہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مردان غیب آپ کے پاس آتے جاتے ہیں آپ نے اس کا انکار فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ "تم بھی تو جوان ہو"

اسی مجلس میں فرمایا کہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ سفر کے حال میں ایک مقام پر پہنچے وہاں ایک مسجد تھی اور اسی میں ایک بلند مینار تھا اس کو بہشت مینارہ کہتے تھے اور مشہور تھا کہ اس پر چڑھ کر جو اس مینار پر چڑھ کر نفل پڑھے اور دوگانہ نماز مسجد میں ادا کرے اسے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوتی ہے۔

غرض آپ کو بھی خضر علیہ السلام سے ملاقات کا اشتیاق ہوا اور ماہ رمضان المبارک کی کسی شب کو اس مسجد میں تشریف لے گئے مسجد میں دو رکعت نفل ادا کئے اور مینار پر چڑھ کر وہی دعا پڑھی اور تھوڑی دیر ٹھہر کر اتر آئے مگر کسی کو نہ دیکھا، جب واپس آنے کا قصد کیا نکلتے ہوئے مسجد کے دروازے پر ایک بوڑھے شخص کو دیکھا اس نے مخاطب ہو کر کہا کہ "آپ اس وقت اس مسجد میں کیوں تشریف لائے؟" آپ نے صورتحال بیان کی یہ سن کر وہ ہنسنے لگے کہ "تم خضر سے مل کر کیا کرو گے وہ بھی تمہاری طرح ایک سرگرداں شخص ہے۔ ان کے دیکھنے سے کیا ہوتا ہے۔ یہ کہہ کر پوچھنے لگے کہ کیا تم دنیا کے طلبگار ہو۔" حضرت خواجہ قطب الدین نے فرمایا کہ "یہ آپ کیا فرماتے ہیں" میں بالکل دنیا کی جانب متوجہ نہیں ہوں درویشی چاہتا ہوں یہ سن کر انہوں نے کہا آپ کو کچھ قرض ادا کرنا تو نہیں ہے میں نے کہا نہیں۔ یہ سن کر انہوں نے کہا پھر خضر سے مل کر کیا کرو گے۔ اس شہر میں ایک شخص ہے کہ خضر خود اس سے ملنے بارہا مرتبہ گئے مگر اس کی ذکر اللہ میں محویت و مشغولیت کی وجہ سے ملاقات نصیب نہیں ہوئی۔

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک شخص پاکیزہ لباس نورانی چہرہ ہمارے درمیان آیا۔ یہ بوڑھا شخص ادب اور تعظیم سے اس کے پاس گیا اور دونوں مل کر میرے پاس آئے اور پہلے شخص نے میری طرف اشارہ کر کے کہا کہ "اس درویش کو نہ دنیا کی حاجت ہے اور نہ قرض ادا کرنا ہے۔ صرف آپ کی ملاقات کی آرزو رکھتا ہے۔" اسی گفتگو میں عشاء کی اذان ہوئی ہر طرف سے درویش اور صوفی آنے لگے اور اچھا خاصہ مجمع ہو گیا تھوڑی دیر بعد اقامت کہی گئی امام نے نماز پڑھا کر تراویح بھی پڑھائی اور ہر رکعت میں بارہ سیپارے پڑھے میرے دل میں آیا کہ اگر اس سے زیادہ پڑھے جاتے تو اور اچھا ہوتا نماز ختم ہوتے ہی سب جدھر سے آئے تھے چلے گئے میں بھی اپنے مقام کو آیا اور دوسری رات جلدی وضو کر کے گیا اور صبح تک مسجد میں رہا مگر وہاں آدمی کا نشان تک نہ ملا۔

تذکرہ اولیائے پاکستان میں علامہ عالم فقری نے حضرت ماموں جان حسین قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تذکرے میں لکھا ہے کہ کسی سال میں ماہ رمضان المبارک بھی نزدیک آیا اور حضرت بہلول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حافظ ابوبکر سے فرمایا کہ تراویح میں امامت حسین یعنی حضرت ماموں جان حسین قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کریں گے اور قرآن سنائے گا۔

غرض دس رمضان سے چودہ رمضان تک حضرت حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پیچھے سیپارے ساتھ سنتے رہے۔ ایک روز مرشد سے عرض کی کہ حضور جو قرآن مجید مجھ کو یاد تھا میں سنا چکا اب آگے جیسے کیا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تو نے بے شک پڑھ دیا ہے کوئی عجیب بات نہیں ہے۔ اب تجھے لازم ہے کہ بعد وضو کے دو رکعت نماز ادا کر اور پھر قرآن پڑھتا ہوا دریا تک جا اور لوٹا بھر کے دریا سے پانی لے آ۔ لیکن جب کوزہ بھر چکے گا تو وہاں تجھے ایک شخص سبز کپڑوں میں ملے گا۔ جو کچھ وہ تجھ سے کہے اس کی بات ماننا۔ انہوں نے ویسا ہی کیا۔ جب پانی بھر کے روانہ ہوئے تو ایک سبز کپڑوں میں ملبوس نورانی صورت شخص وہاں ظاہر ہوا اور کہا میرے ہاتھ پر اس کوزے سے پانی ڈال۔ حضرت حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کوزے سے ان کے ہاتھ پر پانی ڈالا۔ انہوں نے اس میں سے کچھ پانی حضرت حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے منہ میں ڈالا اور پھر انہیں واپس بھیج دیا اور کہا اپنے شیخ کو ہمارا سلام کہنا۔ جب حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے شیخ کے پاس آئے تو انہوں نے فرمایا جانتے ہو وہ کون تھے؟ وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ مگر اس راز کو مخفی رکھنا۔ اس کے بعد کہا کہ اب رات کو امامت کرنا اور قرآن مجید پڑھنا۔ الغرض تاریخ ۲۷ رمضان مبارک کو انہوں نے قرآن ختم کر دیا اور بغیر رکے ہوئے کو بہتر طریقے سے پڑھ کر سنا دیا۔

کتاب نور الصدور فی شرح الصدور میں ہے کہ روایت ہے کتاب شرف المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں سعید سے کہ حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیٹھے تھے۔ ایک جماعت ان کے پاس تھی۔ اس اثنا میں ایک شخص آیا اس کی آنکھیں سبز تھیں۔ حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس سے پوچھا کیا تیری آنکھیں پیدائشی سبز ہیں یا بیماری سے؟ اس نے کہا آپ نے مجھ کو پہچانا نہیں کہا نہیں۔ جب اس نے اپنا پتہ بتایا تو سب لوگوں نے پہچانا اور پوچھا کہ تم پر کیا واقعہ گزرا ہے؟ اس نے بیان کیا کہ میں کل مال و اسباب کشتی میں بھر کر تجارت کے لئے چین کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں سخت طوفان آیا۔ کشتی ٹوٹ کر ڈوب گئی میں تختے پر بیٹھ گیا۔ دریا کے کنارے ایک جنگل میں پہنچا۔ چار مہینے تک جنگل میں گھومتا پھرتا رہا اور درخت کے پتے اور گھاس کھاتا رہا۔ ایک دن میں نے خیال کیا کہ کسی ایک طرف کا راستہ اختیار کروں اور آبادی کی صورت دیکھوں یا چلتے چلتے میرا کام تمام ہو جائے پھر میں ایک طرف کو روانہ ہو گیا۔ راستہ میں ایک مکان عالی شان خوبصورت دیکھا۔ دروازہ کھول کر اس کے اندر گیا اور دیکھا کہ اس میں بڑے بڑے چبوترے بنے ہیں۔ ہر چبوترے پر سونے کا ایک صندوق رکھا ہے اور تالے سے بند کی ہوئی چابیاں سامنے رکھی ہیں۔ میں نے ایک صندوق کھولا۔ اس کے اندر سے بہت عمدہ خوشبو نکلی اور دیکھا کہ اس میں آدمی کے سر کا خوبصورت پنجر پڑے ہوئے ہیں۔

میں نے ایک آدمی کو دیکھا تو پتہ چلا وہ مردہ تھا۔ پھر میں نے صندوق بند کیا اور مکان سے باہر آ کر دروازہ بند کیا اور چل پڑا۔ رستے میں دو سواروں سے ملاقات ہوئی، بہت خوبصورت سوار تھے سبز کپڑے پہنے تھے۔ ان کے گھوڑے کی پیشانی اور پیر سفید تھے سواروں نے مجھ سے پوچھا تو کون ہے اور کہاں سے آ رہا ہے؟ میں نے بتایا اور قصہ بیان کیا۔ سب حال سن کر کہا آگے چلو ایک باغ ملے گا اس میں ایک خوبصورت آدمی تم کو نماز پڑھتا ہوا ملے گا اس سے سارا حال بیان کرنا وہ تم کو راستہ بتلا دے گا۔ میں آگے بڑھا اس آدمی سے ملاقات ہوئی۔ میں نے سلام کیا اس نے جواب دیا اور میرا واقعہ پوچھا میں نے سارا حال بیان کیا۔ جب اس نے میرے مکان میں جانے کا حال سنا تو کچھ پریشان ہوا اور پوچھا پھر تم نے کیا کیا۔ جب میں نے کہا کہ صندوق بند کر کے دروازہ بند کر دیا تب ان کی پریشانی کچھ کم ہوئی اور کہا بیٹھ جاؤ میں بیٹھ گیا۔ میں نے دیکھا ایک بادل آتا ہوا آیا اور اس میں سے آواز آئی السلام علیکم یا ولی اللہ انہوں نے بادل سے کہا تو کہاں جاتا ہے۔ بادل نے کہا فلاں شہر کو۔ اسی طرح بادل آتے اور آپ کو سلام کرتے اور آپ جواب دے کر ان سے پوچھتے کہاں جاتے ہو۔ یہاں تک کہ ایک بادل نے کہا بصرہ جا رہا ہوں فرمایا تم دور میں آ گیا تو فرمایا اس آدمی کو اپنے اوپر سوار کر کے اس کے مکان پر پہنچا دے میں نے بادل پر سوار ہونے سے پہلے کہا، جس اللہ نے آپ کو یہ مرتبہ بخشا ہے میں اس کو اس کی قسم دیتا ہوں فرمائیے وہ مکان کیسا ہے اور وہ دونوں سوار کون تھے اور آپ کون ہیں؟ کہا یہ مکان دریا کے شہیدوں کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو مقرر کیا ہے کہ جو لوگ دریا میں غرق ہوں ان کی لاشیں نکال لائیں اور جنت کے کفن میں لپیٹ کر ان صندوقوں میں رکھیں اور وہ سوار فرشتے ہیں اللہ تعالیٰ کا سلام ان کو صبح و شام پہنچاتے ہیں اور میں خضر ہوں میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ساتھ مجھ کو کر دے۔

پھر اس آدمی نے کہا جب میں بادل پر سوار ہو کر چلا تو اس قدر خوف مجھ پر طاری ہوا کہ میری آنکھیں خوف سے بند ہو گئیں یہ قصہ شیخ الاسلام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب اصابہ فی معرفۃ الصحابہ میں حضرت خضر علیہ السلام کے حال میں بیان کیا ہے اور تفسیر در منثور کی چوتھی جلد میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جب طوفان نوح علیہ السلام کی خبر دی گئی تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جو شخص بعد طوفان کے مجھ کو دفن کرے تو اس کی عمر قیامت تک دراز فرما۔ حضرت خضر علیہ السلام نے بعد طوفان کے آپ کو دفن کیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور خضر علیہ السلام کی عمر قیامت تک دراز کی۔

سوانح حیات سید پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "مہر منیر" میں مولانا فیض احمد فیض صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت بابوجی مدظلہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ موسم گرما میں عین دوپہر کے وقت بابا غلام فرید میری بیٹھک پر آئے اور کہا حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھے اسی وقت پیدل راولپنڈی جانے کا حکم دیا ہے۔ میں نے کہا ٹھنڈے وقت چلے جانا مگر وہ کہنے لگے کہ ابھی جانے کا حکم ہوا ہے۔ میں نے کہا، میں گھوڑا منگوا دیتا ہوں اس پر چلے جاؤ مگر وہ نہ مانے۔ میں نے کرایہ دینا چاہا کہ ریل گاڑی پر چلے جانا تو وہ بھی نہ لیا کہ پیدل جانے کا حکم ہے۔ چنانچہ میرے اصرار کے باوجود اسی وقت چلے گئے۔ بعد میں جب ملاقات ہوئی تو بتایا کہ گولڑہ سے دو میل دور میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ کھیتوں میں سے مجھ کو اپنی طرف بلا رہے ہیں۔ میں نے ان کے پاس پہنچ کر سلام کیا انہوں نے کچھ دیر میرے ساتھ باتیں کیں۔ مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کچھ اشعار فرما کر ان کے مطابق عمل کرنے کو کہا، پھر اچانک غائب ہوگئے۔ معلوم ہوا کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

بہجۃ الاسرار میں اور روض الریاحین میں امام جلیل ابو محمد عبداللہ بن اسعد یمنی یافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک بزرگ صاحب کرامت فرماتے ہیں کہ میں بیت المقدس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے محراب کے قریب بیٹھا تھا کہ دو شخص تشریف لائے ایک تو ہماری طرح تھا اور دوسرے نہایت قوی اور دراز قد تھے۔ ان کی پیشانی ایک ہاتھ چوڑی تھی اور اس میں ایک چوٹ کا نشان تھا۔ وہ میرے پاس بیٹھ گئے۔ میں نے سلام کا جواب دے کر پوچھا، آپ کون ہیں؟ پہلے بزرگ جو ہماری طرح تھے بولے میں خضر ہوں اور یہ حضرت الیاس (علیہ السلام) ہیں۔ میں نے عرض کیا حضرت الیاس علیہ السلام کہاں رہتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا سمندر کے جزیروں میں (یعنی خشکی پر)۔ میں نے عرض کیا، کیا کھاتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا ہر رات دو روٹیاں ملتی ہیں۔ میں نے عرض کیا آپ آپس میں ملتے بھی ہیں؟ انہوں نے فرمایا ہاں جب کوئی ولی اللہ وفات پاتا ہے تو ہم تم میں ملتے ہیں اور جب حج کا موسم آتا ہے تو ہم حج کرتے ہیں۔ پھر حج کے ارکان پورے کرکے وہ میرے بال مونڈتے ہیں اور میں ان کے بال مونڈتا ہوں۔ پھر وہ مجھ سے جدا ہو جاتے ہیں۔ سبع سنابل شریف میں میر عبدالواحد بلگرامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ قاضی صوفیہ میں قوت القلوب کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے ابراہیم تیمی کو مسبعات عشر ہدیہ کئے اور انہیں صبح وشام پڑھنے کی ہدایت کی اور خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ مجھے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہدیہ کئے ہیں۔ جیسا کہ سعید بن ابی طیبہ کی کرز بن وبرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ کرز بن وبرہ ابدال میں سے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میرا ایک بھائی شام سے آیا اور میرے لئے ایک تحفہ دیا اور کہا کہ لے لو میری جانب سے یہ تحفہ قبول کرو یہ بہترین تحفہ ہے۔ میں نے کہا، اے بھائی تمہیں یہ تحفہ کس نے دیا۔ اس نے کہا کہ یہ مجھے ابراہیم تیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیا ہے۔

میں نے ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا تم نے یہ نہ پوچھا کہ انہیں کس نے دیا ہے۔ اس نے کہا میں نے ان سے پوچھا تھا انہوں نے کہا

کہ میں حرم کعبہ میں بیٹھا ہوا تسبیح و تہلیل اور تمجید میں مصروف تھا کہ میرے پاس ایک شخص آیا۔ مجھے سلام کیا اور میری بائیں جانب بیٹھ گیا۔ میں نے اپنی عمر میں اس سے خوبصورت و خوش وجاہت اور لباس میں اچھا اس سے اچھی خوشبو والا نہ دیکھا تھا۔ میں نے کہا اے بندۂ خدا آپ کون ہیں اور کدھر سے آئے ہیں۔ انہوں نے کہا میں خضر ہوں۔ میں نے کہا کیسے تکلیف فرمائی۔ فرمایا کہ تمہیں سلام کرنے اور محض اللہ کی وجہ سے آیا ہوں۔ اور میرے پاس ایک تحفہ ہے جو تمہیں ہدیہ کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا وہ کیا تحفہ ہے۔ فرمایا کہ تم طلوع و غروب آفتاب سے پہلے مسبعات عشر پڑھا کرو اور پھر انہیں بیان فرمایا اور تاکید کی کہ انہیں چھوڑ نہ دینا۔ میں نے کہا کہ مجھے ان کا ثواب بتلایئے۔ فرمایا کہ جب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو تو دریافت کر لینا وہ خود ہی ارشاد فرمائیں گے۔ ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ انہوں نے ایک رات خواب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت خضر علیہ السلام نے بیان کیا کہ انہوں نے آپ سے ایک حدیث سنی ہے (عمل) آپ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا کہ خضر نے سچ کہا ہے اور خضر جو بات بھی کہیں وہ سچی ہوتی ہے۔ وہ تمام روئے زمین کے بڑے عالم ہیں۔ تمام ابدال کے رئیس اور اللہ کے لشکروں میں سے زمین پر ایک لشکر ہیں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ جو شخص یہ عمل کرے گا اسے کیا کچھ عطا فرمایا جائے گا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کے تمام کبیرہ گناہ جو اس نے کئے معاف فرما دے گا۔ اس سے غضب اور عذاب اٹھا لے گا اور بائیں جانب والے فرشتے کو حکم دے گا کہ ایک سال تک اس کا کوئی گناہ نہ لکھے اور اسے وہی پڑھے گا جسے اللہ تعالیٰ نے نیک بخت بنایا ہے اور بدبخت ہی چھوڑے گا

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اخبار الاخیار میں فرماتے ہیں کہ اکثر اوقات حضر علیہ السلام حضور غوث پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجلس میں آتے تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام کی جس دن سے بھی ملاقات ہوتی تو وہ اسے آپ کی مجلس میں حاضر باشی کی نصیحت فرماتے اور فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص فلاح و کامیابی چاہتا ہے اسے اس مجلس میں ہمیشہ رہنا چاہئے

زبدۃ الآثار میں جو حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کرامات و واقعات پر مشتمل کتاب ہے۔ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں، حضرت خضر علیہ السلام کو کئی مرتبہ حضور غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی محفل میں دیکھا گیا۔

کتاب تذکرہ غوثیہ جو حضرت غوث علی شاہ قلندر قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ملفوظات پر مشتمل ہے۔ جس کے مرتب مولانا گل حسن شاہ قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں ایک قصہ فرماتے ہیں کہ ایک روز ارشاد ہوا کہ ہمارے ایک دوست تھے عبدالصمد خان بھوپال میں ان سے بھی ملاقات ہوئی انہوں نے عجیب حکایت بیان کی کہ ایک دفعہ میں اور میرا بھائی دونوں ملک دکن کے اندر ایک راجہ کے فوجی سواروں میں بھرتی ہو گئے۔ چند روز کے بعد وہ راجہ تو مر گیا اس کے دو بیٹوں نے ریاست اپنا آپس میں تقسیم کر لی

اتفاق سے دونوں بھائیوں میں جنگ ہو گئی دونوں طرف کی فوج میں لڑائی ہوئی۔ ہم دونوں بھائی بھی اس میں سخت زخمی ہوئے۔ اور میدان جنگ میں پڑے تھے کوئی پرسان حال نہ تھا آدھی رات کے وقت پیاس کی شدت ہوئی کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص ہاتھ پر ایک قندیل روشن لگائے ہاتھ میں دو لوٹے لئے اور دو چار آدمی ساتھ ہیں کھڑے ہر ایک کے سرہانے زخمیوں کو پانی پلاتے چلے آتے ہیں۔ مجھ کو مسعود اور ان کے کھانے پینے سے ہمیشہ پرہیز رہا اس لئے انکار کیا۔ پھر وہ آگے چلے گئے تھوڑی دیر بعد پھر آئے کہ خاں صاحب پیاسے کیوں مرتے ہو پانی پی لو۔ میں نے کہا پہلے کبھی مسعود کے ہاتھ سے پانی نہیں پیا تو اب مرتے وقت کیا پیوں۔ بولے کہ خاں صاحب تم بڑے ضدی ہو کیا اس کا نام مسعود ہے یہ پانی پیو ہم تمہارے بھائی کو بھی پانی پلا آئے ہیں ابھی تمہاری عمر بہت ہے۔ یہ سن کر میرے کان کھڑے ہوئے کہ میرے بھائی کو پلا آئے ہیں اور عمر کی ان کو کیا خبر۔ میں نے کہا۔ صاحب خیر پانی تو پی لوں گا لیکن یہ بتلائیے کہ آپ ہیں کون؟ فرمایا کہ میں خضر ہوں اور یہ لوگ جن کے سر پر پانی لے کر کھڑے ہو رہے ہیں ہم کو حکم ہوا ہے کہ جن ان زخمیوں کی عمر زیادہ ہے ان کو پانی پلا دو۔ میں نے کہا حضرت آپ نے یہ خدمت کیوں اپنے ذمے لی۔ فرمانے لگے میاں چپ رہو یہ آج کچھ ہمارے بہت سے عزیز اس میدان میں پڑے ہیں جن کو مسعود کے ہاتھ سے پانی پینے میں انکار ہے۔ میں نے کہا اگر آپ دوسری ملاقات کا وعدہ کریں تو پانی پیتا ہوں۔ فرمایا ٹھیک ہے لیکن تم پہچانو گے نہیں۔ خیر میں نے پانی پیا کچھ قوت آئی۔ وہاں سے اٹھ کر مکان پر آیا۔ پھر نوکری چھوڑ چھاڑ کر اپنے وطن کی راہ لی۔ یہاں آ کر مسجد کی امامت اختیار کی اور بچے پڑھانے لگا۔ کوئی چودہ برس کے بعد ایک روز ایک میاں شکستہ حال، جس کی شکل سے مسکینی ٹپکتی تھی۔ مسجد میں آیا اور کہا السلام علیکم میں نے کہا وعلیکم السلام آپ کیسے تشریف لائے کہا بہت دنوں سے تمہاری ملاقات کو جی چاہتا تھا آج سرکاری کام ادھر کا نکل آیا ہم نے کہا چلو خاں صاحب سے ملتے چلیں۔ میں نے سوچا میری ان کی جان پہچان تو ہے نہیں شاید روٹی کے لیے باتیں بناتے ہیں۔ میں نے روٹی منگا کر ان کو دی۔ جب کھا پی کر چلنے لگے تو فرمایا کہ خاں صاحب ہم جاتے ہیں چودہ سولہ برس ہوئے کہ تم سے ملاقات ہوئی تھی اور ہم سے وعدہ کیا تھا کہ پھر ملیں گے تو آج ہم نے وعدہ پورا کیا کل کو یہ نہ کہنا کہ ہم سے وعدہ خلافی کی۔ ہم روٹی کھانے نہیں آئے تھے۔ فقط تمہاری ملاقات مقصود تھی میں سوچ میں پڑ گیا کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ اتنے میں وہ السلام علیکم کر کے مسجد کے دروازے سے باہر نکل گئے۔ اس وقت مجھے یاد آیا کہ اوہو یہ تو خضر تھے۔ میں دوڑا اور ہر گلی کوچے میں دریافت کیا کسی نے اس شکل و صورت کا آدمی دیکھا ہے؟ مگر کچھ پتہ نہ لگا

ایک بزرگ سے ان کے ایک مرید نے عرض کیا کوئی عمل خضر علیہ السلام کی ملاقات کا بھی ہے؟ فرمایا کہ ہاں بہت عمل ہیں لیکن ہم کو تو کوئی یاد نہیں۔ چند روز کے بعد مرید کو ایک موٹی سی کتاب دی اور فرمایا کہ اس کو پڑھو اور دیکھو اس میں کیا لکھا ہے۔ مرید نے کتاب لے جا کر مطالعہ کیا تو ایک مقام پر یہ عمل نظر آیا کہ اول دو رکعت نماز نفل پڑھے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد تین بار

آیۃ الکرسی تین بار مع شرح اور گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے اور سلام کے بعد اس دعا کو سات بار پڑھ کر سینے پر دم کرے اور بصورت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبلہ رخ شمال کو سر کر کے زمین پر سو جائے تو خضر علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوگا تین روز یہ عمل کرنا ہے۔ یعنی بدھ کی رات، جمعرات کی رات اور جمعہ کی رات۔ دعا یہ ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم ..... حب قلب حبا بیق ھاہ حب شدعم و شعیہ

و مجتمع و حرری و حرلو و دیق و جنتہ بحق ایاک نعبد و ایاک نستعین ۰

انہوں نے اسی طرح عمل کیا تو تیسری رات کو ہی مشرف بہ زیارت خضر علیہ السلام ہوئے اور کہنے لگے کہ جو کچھ دیکھا ہے زبان سے بیان نہیں کر سکتا البتہ اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اس وقت دل آئینے کی مانند ہو گیا تھا۔

یہ حقیر فقیر پر تقصیر بندۂ گناہ گار محمد خالد صدیقی القادری علی مدنی ذاتی طور پر ایک ایسے شخص کو جانتا ہے جس کو ایک بزرگ نے بتایا کہ کراچی کے جنوب مغرب میں تقریباً 70 تا 60 کلومیٹر کی جانب ساحل سمندر پر ایک ایسی جگہ ہے جہاں حضرت خواجہ خضر علیہ السلام تشریف رکھتے ہیں۔ وہ ساتھی ایک روز ہمت کر کے وہاں پہنچا۔ بڑی ویران اور ڈراؤنی جگہ تھی۔ راستہ نہایت دشوار گزار مگر وہ کہتے ہیں کہ لگن سچی ہو تو آدمی پہنچ ہی جاتا ہے۔ وہ ساتھی وہاں پہنچ گئے۔ طریقے کے مطابق وضو کے بعد دو رکعت نفل نماز ادا کر کے اس کا ثواب خواجہ خضر علیہ السلام کو بخش دیا اور سمندر کی جانب جا کر دل میں اللہ سے دعا کی کہ میں تیرے اس مقرب بندے کی زیارت کرنا چاہتا ہوں۔

چونکہ بستی کا کوئی شخص جو بدوی پوشاک میں دکھائی دیتا تھا۔ سفید بال اور سر پر رومال چہرے عمر 60 سے 65 سال کے قریب ہوگی۔ نہایت صاف اردو میں سلام کیا اور پوچھا آپ کہاں سے آئے ہیں، یہ تو جنگل ہے آپ شہری آدمی دکھائی دیتے ہیں اور پھر بہت سی باتیں کیں۔ تقریباً 20 یا 25 منٹ ساتھ رہے پھر ایک جانب چلے گئے۔ اس ساتھی نے واپس آکر بستی کے ایک آدمی سے جو وہیں قریب ہی موجود تھا۔ بعد سلام و دعا کے پوچھا یہ شخص کون تھا۔ اس نے ٹوٹی پھوٹی اردو اور علاقائی بلوچی زبان میں جواب دیا کہ میں نے تو آپ کے ساتھ کسی کو نہیں دیکھا۔ اس ساتھی نے اصرار کیا کہ ابھی پچھلی دوپہر سمندر کے کنارے چٹانوں پر ایک آدمی میرے ساتھ محو گفتگو تھا۔ مگر مقامی اس بات کا انکاری تھا کہ آپ کے پاس کوئی تھا۔ جب اس مقامی کو حلیہ بتایا تو کہا کہ اس حلیے کا آدمی ہماری بستی میں اور اتنا صاف اردو بولنے والا کوئی نہیں۔ تو یہ ساتھی حیران ہوئے۔ پھر چونکہ دعا کا اور اس مقام کا خیال آیا تو اس مقامی سے اس روایت کے مطابق کہ یہاں خواجہ خضر علیہ السلام تشریف لاتے ہیں ذکر کیا تو اس نے کہا ہاں ہمارے باپ دادا سے روایت ضرور ہے مگر بہت سی لوگوں سے خواجہ خضر علیہ السلام کی ملاقات ہوئی ہے۔ ہو سکتا ہے جس شخص نے آپ سے گفتگو کی وہ خواجہ خضر علیہ السلام ہوں۔ واللہ اعلم بالصواب

ان واقعات سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ خضر علیہ السلام زندہ ہیں اور مقبول لوگوں سے اللہ کے نیک بندوں سے ملاقات بھی کرتے ہیں۔ کیونکہ جن روایتوں کا اوپر ذکر ہوا ان کے راوی عام لوگ نہیں بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جن سے تاریخ اسلام کے اوراق جگمگا رہے ہیں۔

تصوف اور واقعۂ خضر و موسیٰ علیہما السلام

صوفیاء اور عرفاء نے قرآن مجید کی سورۂ کہف میں مذکور حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعے کو تمثیلاً سالک اور مرد کامل یعنی پیر و مرید کے معاملات پر قیاس کیا ہے۔

قرآن مجید فرقان حمید اپنے معانی و مطالب کی گہرائی و گیرائی میں کس قدر وسعتیں اپنے اندر رکھتا ہے اس کا اندازہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول سے ہوتا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ اگر میرے اونٹ کی رسی بھی کھو جاتی ہے تو میں قرآن سے ڈھونڈ لیتا ہوں۔ اسی طرح شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ گھوڑے سے گر پڑے تھوڑی دیر بعد کچھ بہتر ہوئے، تو کسی نے پوچھا حضرت کیا ہوا؟ فرمایا میں سوچ رہا تھا میرے گھوڑے سے گرنے کا واقعہ قرآن میں کہاں موجود ہے۔ اب مجھے یاد آگیا کہ فلاں جگہ ہے۔ قرآن مجید کی آیت کے حقیقی معنوں سے انکار کسی بھی صورت میں نہیں کیا جا سکتا لیکن اگر قرآنی واقعات کو کسی اور معاملے پر قیاس کیا جائے اور اس سے دین اسلام پر کوئی حرف نہ آتا ہو تو اس سے کسی کو بھی اختلاف نہیں۔ رہا مختلف معانی کا سوال تو یہ قرآن مجید ہے کلام اللہ ہے۔ عرفاء کے کلام کے بھی کئی کئی معانی بیان کئے گئے ہیں۔

ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ حضور مولانا روم علیہ الرحمۃ کے اس شعر کے معنی کیا ہیں،

دل بدست آور کہ حج اکبر است   از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

آپ نے فرمایا کہ ایک معنی تو یہ ہیں کہ تو پاس تمام سے۔ تیرا دل جو نفسانی خواہشات کی پیروی میں لگا رہتا ہے دنیا کی محبت اور حب مال و حب جاہ کی طلب میں سرگرداں رہتا ہے۔ ان تمام معاملات سے دل کو ہٹا کر دل اللہ کی راہ میں ایک جگہ ٹھہرا دے۔ یہی حج اکبر ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کا دل اڑتے پنچھی کی طرح ہے جسے نفسانی خواہشات کی آندھیاں دنیا کی محبت کی تیز ہوائیں ادھر سے ادھر اڑاتی پھرتی ہیں پس اگر تو یہ چاہے کہ تجھے اللہ کی محبت اور قربت حاصل ہو تو اپنے دل کو اللہ کی راہ میں لگا دے جب تیرا دل اللہ کی راہ میں قرار پا جائے گا۔ استقامت پا جائے گا تو تجھے قلب سلیم عطا کر دیا جائے گا یعنی سلامتی والا دل

مولانا روم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ تو اپنے دل کو نفس اور دنیا کی راہ سے ہٹا کر اللہ کی راہ میں لگا دے یہ کام حج اکبر سے بڑا ہے اور تیرا دل اس کعبے سے جس کے گرد تو دنیا کی محبت میں نفسانی خواہشات کی پیروی میں ڈوب کر طواف کرے گا ایسے ہزاروں خوابوں سے ہزاروں کعبوں سے بہتر ایک دل بہتر ہوگا۔

پھر آپ نے فرمایا دوسرا مطلب یہ ہے کہ دل بدست آور یعنی کسی ایسے کے دل کو ہاتھ میں لے جس کے دل کو اللہ نے اپنی راہ میں استقامت عطا فرمادی ہو۔ تو ایسے دل والے کے دامن سے وابستہ ہو جا جس کا دل اللہ کی محبت سے بھرا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ زمین اپنی وسعتوں میں کروڑوں گنا بڑھ جائے تو اللہ کو اپنے اندر نہیں سما سکتی۔ نہ ہی آسمان لاکھوں گنا وسیع ہو جائے تو اللہ کو اپنے اندر سما سکتا ہے۔ وہ قلب مومن ہی کی جگہ ہے جہاں اللہ رب العزت کے نور و تجلیات کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔ قلب مومن عرش اللہ تعالیٰ مومن کا دل اللہ کا عرش ہوتا ہے۔

کسی پنجابی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

مسجد ڈھا دے مندر ڈھا دے، ڈھا دے جو کجھ ڈھیندا
پر کسے دا دل نہ ڈھاویں، رب دلاں وچ رہندا

مطلب یہ کہ مسجد یا مندر جہاں ریاکاری سے دنیا کے دکھاوے کیلئے عبادتیں ہوتی ہیں تو توڑ دینا۔ توڑ دے جو چیز تجھ سے ٹوٹ سکتی ہے۔ مگر اللہ کے کسی بندے کا دل مت توڑنا کہ اللہ بندوں کے دلوں میں رہتا ہے۔ تو کسی ایسے اللہ کے بندے کی چوکھٹ سے وابستہ ہو جا جس کے دل کو اللہ نے اپنا عرش بنالیا ہو۔ ایسے ذکر والے جس نے دل کا چین و اطمینان بنا دیا ہو۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب "بے شک اللہ کا ذکر ہی دلوں کا اطمینان ہے۔" ایسے بندے کے دروازے سے وابستہ ہونا ہی حج اکبر ہے اور وہ کعبہ جس کے گرد تو اپنی خواہشات کے ساتھ دنیا کی محبت کے ساتھ طواف کرے گا۔ اس کعبے سے یہ دل ہزار درجہ بہتر ہے۔ پھر فرمایا اس شعر کے بھی تین معانی ہیں، دو تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گے۔ اللہ کہ جب ایک عارف کے کلام کے کئی کئی معانی ہو سکتے ہیں تو پھر قرآن مجید کے معانی کی کیا بات ہے مگر معانی کے ساتھ ساتھ یہ نکتہ پیش نظر رہے کہ کہیں حقیقی اور ظاہری معنی میں ان دوسرے معانی سے کوئی اختلاف تو نہیں ہو رہا۔ اگر نہیں تو پھر ٹھیک ورنہ کفر کا احتمال ہے اور یہ معاملہ تحریف میں گردانا جائے گا۔

بزرگوں نے حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعے کو پیر اور مرید کے معاملات پر قیاس کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ دیکھو جب علم باطن سکھانے کی بات ہوئی تو حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا آپ صبر نہ کر سکیں گے۔ کیا میں صبر کروں گا۔ مطلب جو معاملہ بھی میرے ساتھ دیکھو چپ رہنا کہ علم باطن کی ابتدا فرمانبرداری سے ہوتی ہے۔ یہاں چوں چرا کی گنجائش نہیں ہوتی۔ جو کہا جائے کر جاتا ہے جو عامل ہوتا ہے۔ اس لئے عطا کیا جاتا ہے جو ایسے ہوتا ہے۔

[illegible]

[illegible]

[illegible] پہنچ سکتے ہیں۔

مگر عرفاء فرماتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام استاد کے روپ میں اپنے شاگرد و مرید کو سبق دے رہے ہیں کہ کشتی میں جو بظاہر میں نے نقصان پہنچایا ہے نقصان میں نہیں رہی بلکہ اس نے مالکوں کو بھی اس نے فائدہ پہنچایا ہے۔

ظاہر میں تو یہ لکڑی کی کشتی ہے مگر یہاں حقیقت مراد یہ ہے کہ یہ کشتی بدن ہے۔ کشتی جسم ہے جس پر روح سوار ہے غاصب بادشاہ یعنی ابلیس اپنے سپاہی نفس کے ذریعے خوبصورت کشتیوں پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ وہ اپنے مرید سے راہِ سلوک کے مسافر کو بتانا چاہتا ہے کہ تیری کشتی جسم کو غاصب بادشاہ ابلیس اور اس کے سپاہی نفس امارہ سے محفوظ رکھنا ہے تو جسم کی خوبصورتی پر توجہ دینے کے بجائے عیب دار بنا دے اور خواہشات کا تختہ نکال دے اور باطنی طور پر کشتی جسم کو مجاہدہ کرکے عیب دار بنا دے تاکہ غاصب بادشاہ اس پر قبضہ نہ کر سکے۔ جس طرح کشتی سے تختے نکال دیئے گئے مگر کشتی ڈوبی نہیں، اسی طرح اگر تو نفس کو مجاہدے کے ذریعے قابو کر لے گا تو مرے گا نہیں بلکہ تجھے حیاتِ ابدی عطا کر دی جائے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا شیطان انسان کی رگوں میں خون کے ساتھ گردش کرتا ہے، اگر تم اس کے تسلط سے بچنا چاہتے ہو تو روزہ رکھو، بھوک سے اس کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں اور وہ کمزور پڑ جاتا ہے یعنی بھوکا رہ کر شیطان سے بچا جا سکتا ہے۔

بظاہر تو یہ عجیب سی بات لگتی ہے لیکن حقیقت میں ایسا ہی ہے۔ روایت میں ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شیطان سے ملاقات ہوئی، بات چیت ہوئی۔ آپ نے پوچھا اور یہ تو بتا کہ تیرا سب سے آسان شکار کون ہوتا ہے؟ ابلیس نے کہا، وہ لوگ جو پیٹ بھر کر کھاتے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے سنا تو فرمایا، مجھے قسم ہے اللہ رب العزت کی میں آج کے بعد کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھاؤں گا۔ شیطان نے یہ سن کر فوراً کہا مجھے بھی قسم ہے اللہ کی میں آج کے بعد کسی انسان کو کوئی کام کی بات نہیں بتاؤں گا۔

اللہ رب العزت فرماتا ہے: والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا ترجمہ: جو لوگ ہمارے لیے مجاہدہ کرتے ہیں ہم ان پر اپنی راہیں کھول دیتے ہیں۔ یعنی جس نے راہِ حق میں مجاہدے کئے ہم اس پر راستے کھول دیں گے۔ اپنے نفس سے جنگ کا آغاز کر دیا۔ نفس کہتا ہے پیٹ بھر کر کھا، نفس کہتا ہے نیند بھر کر سو، نفس نے حرام حلال کی تمیز ختم کر دی، شہوت، کبر، غضب، ریا، حبِ جاہ و حبِ مال کی طرف راغب کر دیا۔ ان تمام باتوں سے گریز بلکہ نفرت کرنا نفس کے خلاف چلنا ہی تو ہے۔ یہی جس نے کیا ہم اس پر ہدایت کے دروازے کھول دیتے ہیں اور اسے اپنے قرب و وصال سے نوازتے ہیں۔

حضرت خضر علیہ السلام اس طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ اگر تو یہ چاہتا ہے کہ کشتی کے مالک یعنی روح کو فائدہ پہنچے تو جسم کو کمزور کردے۔ پس تیری روح مقصود سے مقصود تر ہوتی چلی جائے گی اور اگر روح کی قوت اور سلامتی پر توجہ دی گئی تو ایک نہ ایک دن غاصب بادشاہ کشتی جسم پر قابض ہو جائے گا۔ جسم اگر قوی ہو تو چونکہ دونوں ایک دوسرے کی صحبت میں رہتے ہیں روح کمزور ہونے کے سبب سے جسم کی عادتیں اپنالے گی۔ جو روح کے لئے مضر ہیں، جسم بیمار ہوتا ہے، جسم کو فنا ہے یہ دنیا ہی میں رہتا ہے۔ تو روح پر بھی موت وارد ہو جائے گی۔ جبکہ اس کے برعکس اگر تو نے روح کی سلامتی اور قوت پر توجہ دی تو ایک نہ ایک دن جسم بھی روح کی صحبت میں رہ کر روح کی عادتیں اپنا کر ظاہری اسباب سے بے نیاز ہو جائے گا۔ جس طرح روح کو کھانے کی حاجت نہیں جسم بھی غذا سے بے نیاز، جس طرح روح کو نیند کی ضرورت نہیں پھر جسم بھی نیند سے آزاد، جس طرح روح بے نفس ہے جسم بھی بے نفس ہو جائے گا۔ حتیٰ کہ جس طرح روح کے لئے زمان و مکان کے فاصلوں کی اہمیت نہیں اسی طرح بالآخر جسم بھی (انشاء اللہ تعالیٰ) زمان و مکان کے فاصلوں سے آزاد ہو جائے گا۔

[illegible]

عرض فرماتے ہیں کہ وہ جہاں قتل نفس کا عمل ہے کہ روح کی ابدی اور حقیقی بھلائی کا حق دے رہے ہیں۔ لڑکا نفس امارہ ہے اور نیک والدین روح و جسم بظاہر نفس سے اختلاف، ضروریات جسمانی سے اختلاف، خواہشات کا قتل جسم انسانی کی موت کا سبب ہے مگر حضرت خضر علیہ السلام اس واقعے سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ جس نے اپنے نفس (نفس امارہ) کو قتل کر دیا اس نے دراصل اپنے رب کی رضا حاصل کر لی اور روحانی خوشی اور راحت کو پا لیا۔ اللہ رب العزت فرماتا ہے،

واما من خاف مقام ربہ و نہی النفس عن الہوی فان الجنۃ ہی الماوی

ترجمۂ کنز الایمان اور جو شخص اللہ کے سامنے حساب کتاب کے لئے حاضر ہونے سے ڈرا

اور نفس کو خواہشات سے روکا، بیشک جنت اس کا ٹھکانہ بن گئی۔

نفس کی خودی، انانیت اور ہستی کو جب تک نہ مٹایا جائے انسان کو روحانی عروج حاصل نہیں ہوتا اور روحانی عروج کے حصول کے بغیر انسان اپنے مقصد حیات کو نہیں پا سکتا۔

نفس کی فنا ہی دراصل عروج روحانی اور جسم انسانی کی بقاء ہے۔ ہم اور آپ دیکھتے ہیں کہ دانہ یا بیج جب تک اپنے آپ کو زمین کے اندر مٹا نہیں دیتا ہرگز سرسبز نہیں ہوتا اور نہ پھلتا پھولتا ہے۔ پس جان لینا چاہئے کہ نفس کی فنا میں اس کی بقاء ہے اور نفس کی خودی اور بلندی کو قائم رکھنا اس کی تباہی کا موجب ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

و من كان في قلبه ذرة من الكبر لا يدخل الجنة

یعنی جس کے دل میں ذرہ برابر بھی کبر اور انانیت ہوگی وہ جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوگا۔

اب بھی اگر کوئی نفس کو نہ پہچانے تو یہ بڑی جہالت کی بات ہوگی کیونکہ نفس کی پہچان میں ہی رب کی پہچان ہے۔

من عرف نفسه فقد عرف ربه

جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

من عرف نفسه با الفناء فقد عرف ربه با البقاء

پس جس شخص نے نفس کو اللہ کی راہ میں فنا کر دیا وہ اللہ کے کرم سے زندہ جاوید ہو گیا۔

نفس کے قتل اور موت سے مراد یہ ہرگز نہیں کہ اسے رہبانیت مجاہدے اور بھوک پیاس سے ہلاک کر دیا جائے بلکہ اس کی حیوانی خواہشات اور بری عادات کے بدلے اسے عمدہ شرعی اخلاق اور پاک روحانی صفات سے متصف کر دیا جائے۔

یوں خواہشاتِ نفسانی اور عاداتِ حیوانی کا ترک موتو قبل ان تموتو "یعنی مر جاؤ اس سے پہلے کہ تمہیں موت آئے" یعنی معمولی موت اور روحانی حیات کا مصداق بن جاتا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ رب العزت فرماتا ہے، اور جب سوال کیا ابراہیم نے کہا کہ "اے میرے رب مجھے دکھا دے تو مردے کس طرح زندہ کرتا ہے" اللہ نے فرمایا، "کیا تو نہیں مانتا کہ میں مردے زندہ کرتا ہوں" ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا، بالکل یہ میرا ایمان ہے مگر میں اپنے دل کا اطمینان چاہتا ہوں۔ پھر اللہ نے فرمایا، ابراہیم (علیہ السلام) چار پرندے لے اور انہیں اپنے ساتھ سدھا لے پھر ان کے ٹکڑے کر کے مختلف پہاڑوں پر رکھ دے اور انہیں بلا وہ تیری طرف دوڑے آئیں گے اور تو جان لے گا کہ اللہ تعالیٰ بڑی حکمت والا ہے۔

یہاں پرندوں سے مراد نفس کی بیماریاں ہیں۔ یعنی مختلف انسانی خصائل اور صفات تکبر، انا، شہوات اور حرص و لالچ وغیرہ۔

حضرت ابراہیم علیہ سلام نے اپنے قلب کے اطمینان کے لئے اللہ رب العزت سے عرض کیا کہ "مولا مجھے دکھا کہ فنا کے بعد تو بقاء کس طرح عطا فرماتا ہے" جب ایک چیز پر موت طاری ہوگئی تو پھر تو اسے کس طرح زندگی اور حیات عطا فرماتا ہے۔ اللہ رب العزت نے فرمایا کہ ان چار پرندوں کو تو ذبح کر کے کچل دے کہ ان میں زندگی اور حیات کی رمق تک باقی نہ رہے پھر دیکھ کہ میں موت کے بعد زندگی کس طرح عطا فرماتا ہوں۔

ہم کو آیہ کریمہ کے حقیقی اور ظاہری معنوں سے کوئی اختلاف نہیں مگر قرآن کریم میں آپ جتنا غور و فکر اور تدبیر کریں گے۔ اللہ رب العزت آپ پر اتنے ہی عجیب و غریب معانی آشکار فرماتا جائے گا۔

مفسرین کرام نے اپنی تفاسیر میں ان پرندوں کے متعلق لکھا ہے کہ وہ پرندے کبوتر، مور، کوا اور مرغ تھے۔

اب آپ غور کریں تو بات سمجھ میں آتی ہے کہ کبوتر اپنی اڑان کی وجہ سے پہچانا جاتا ہے جبکہ مور خوبصورتی اور مرغ شہوت سے، کوے کے بارے میں کئی محاورے اور ضرب الامثال عوام میں مشہور ہے کہ ان چاروں پرندوں (نفس کی فنا اور بقاء پر نکتہ سمجھایا جا رہا ہے) یعنی کبوتر، مور، مرغ اور کوے کو قتل کر دو پھر دیکھو کہ میں زندگی کیسے عطا فرماتا ہوں۔ پس یہ نکتہ سالک کے لئے ہے جو اپنی اصلاح چاہتا ہے اس کے لئے وضاحت سے بیان کر دیا گیا۔

"تکبر" بڑائی جس کی کبوتر سے مثال دی گئی، "خود پسندی" جس کی علامت مور کو بتایا گیا، "حرص و لالچ" کی کوے کے ذریعے نشاندہی کی گئی اور آخر میں "شہوات نفسانی" جس کی مثال کے لئے مرغ کی طرف اشارہ دیا گیا۔

پس نفس انسانی کی ان عادات قبیحہ (بری عادات) کو اگر ذبح کر دیا جائے، انہیں قتل کر دیا جائے تو اللہ رب العزت نفس کو ابدی زندگی و حیات جاودانی عطا فرماتا ہے۔

پہلے بھی کہا جا چکا ہے کہ قتل نفس سے مراد اور نفس کی موت سے مراد اس کی فطری برائیوں کو دور کرنا ہے اور جب یہ دور ہو جاتی ہیں تو اللہ اس نفس کے حامل کو روحانی عروج فرما کر اپنا محبوب بنا لیتا ہے جب سالک اپنے نفس کو اللہ کی محبت اور عشق کی چھری سے ہلاک کر دیتا ہے تو اس وقت یہ خواہشات نفسانی اور جذبات انسانی اس طرح معدوم ہو جاتے ہیں۔ گویا انہیں کچل کر اور ریزہ ریزہ کر کے کہیں دور پہاڑوں پر رکھ دیا گیا ہو اور پھر جب اللہ رب العزت اس کو اپنے وصل سے سیراب کرتا ہے اور اس کو بقاء کا جام عطا فرماتا ہے تو تمام فطری اور انسانی جذبات، اس حکمت والے کے حکم سے سالک کے وجود کی طرف دوڑ کر آ جاتے ہیں اور اس طرح پھر اسے فناء سے بقاء کا درجہ عطا فرما دیا جاتا ہے۔

مٹا دے اپنی ہستی کو گر کچھ مرتبہ چاہئے — کہ دانہ خاک میں مل کر گل گلزار ہوتا ہے

آخری واقعے میں مرید کی تنبیہ کیلئے اس طرف اشارہ فرمایا کہ یہ خزانہ اگر وقت سے پہلے آشکار ہو جاتا تو خزانے کے اصل مالک اس تک نہ پہنچ پاتے۔ بلکہ لوگ اس خزانے کو لوٹ کر لے جاتے۔

مرد کامل نے اس خزانے کے قبل از وقت ظاہر ہونے کو روکا اور وقت مناسب تک کیلئے اس کے اخفاء کا بندوبست کر دیا۔ یہاں پیر کامل کی ضرورت کا احساس دلایا ہے کہ جب تو ان دونوں مراحل سے گذرے گا (یعنی ریاضت و مجاہدہ اور قتل نفس) تو ایک بڑا مرحلہ تیرا منتظر ہوگا۔

اے سالک، اے طالب و مرید یاد رکھ کہ اس راہ میں کئی ایسے مقام آئیں گے کہ تجھے یہ گمان ہوگا کہ تو ولایت کے درجوں کو طے کرتا ہوا اس مقام پر پہنچ گیا ہے کہ جس کا تو طالب تھا۔ مگر تو نہیں جانتا کہ یہ خطرۂ نفسانی ہے یا خطرۂ شیطانی یا خطرۂ رحمانی پھر ایسا بھی ہوگا کہ مکاشفات اور سچے خوابوں کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ اگر تو نے ان باتوں پر دھیان دیا حتیٰ ان کو ظاہر کرنا شروع کر دیا تو اصل خزانے (معرفتِ الٰہی) تک پہنچنا دشوار ہوگا۔ پس تجھے یہاں ایک راہنما کی ضرورت محسوس ہوگی جو یہ جانتا ہو کہ کیا تو بلوغت تک سنِ شعور پہنچ گیا ہے اگر ہاں تو اب اس خزانے کا جو تجھ کو ملا اظہار ہو ورنہ تجھے تو کچھ نہ ملے گا۔

ہاں دنیا دار سب لوٹ کھائیں گے اور تو اسی طرح تہی دامن رہے گا۔ پس ضروری ہے کہ کوئی مرد درویش اس راہ کا آشنا تیری مدد کرے اس خزانے کو جو تجھے ملتا ہے۔ اس وقت تک کے لئے دنیا کی نظروں سے پوشیدہ رکھے جب تک کیلئے تو اس خزانے کا صحیح مصرف نہیں جانتا اس کا اخفاء ہی تیرے لئے بہتر ہے۔

اور وہ کوئی دوسرا ہی کر سکتا ہے۔ اس واقعے میں پیر کامل کی ضرورت کا احساس دلایا گیا ہے کہ بغیر استاد، بغیر راہنما کے راہِ سلوک طے کرنا نہایت دشوار ہے۔

اس کتاب کی تیاری میں جن کتابوں سے مدد لی گئی

نمبر شمار	کتاب	مصنف کا نام	صفحہ نمبر
1	قرآن مجید تفسیر خزائن العرفان	حضرت مولانا نعیم الدین مرادآبادی	سورۃ کہف ۸۲
2	قصص الانبیاء	مولانا غلام نبی	۱۱۸
3	اقتباس الانوار	محمد اکرم قدوسی چشتی صابری	۱۷۸
4	مہر منیر	مولانا فیض احمد فیض	۱۵۶
5	تربیۃ العشاق	کیپٹن محمد بخش سیال	۷۴۰
6	تذکرہ اولیائے پاکستان	عالم فقری	۲۲۳
7	مقام فرید	محمد اقبال صدیقی	۲۶
8	فوائد الفواد	مرتب: حسن علامہ سجزی	۲۲۳-۲۲۵
9	حیات خضر علیہ السلام	میاں ظاہر شاہ قادری	--
10	اخبار الاخیار	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۳۸
11	نزہۃ البساتین	ابی محمد عبداللہ یافعی	۳۱۷
12	سبع سنابل	میر عبدالواحد بلگرامی	۳۸۷
13	تذکرہ غوثیہ	مرتب: حسن علامہ سجزی	۹۲-۳۸۸
14	شرح جوامع الکلم	مترجم و شارح کیپٹن محمد بخش سیال	۵۱۳-۵۸۰
15	حقیقت گلزار صابری	مولانا حسن رامپوری چشتی صابری	۸۸